اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
نفیس

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں علیہ الرحمۃ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
2003ء

مسجد حامدؒ کا تصویری معائنہ

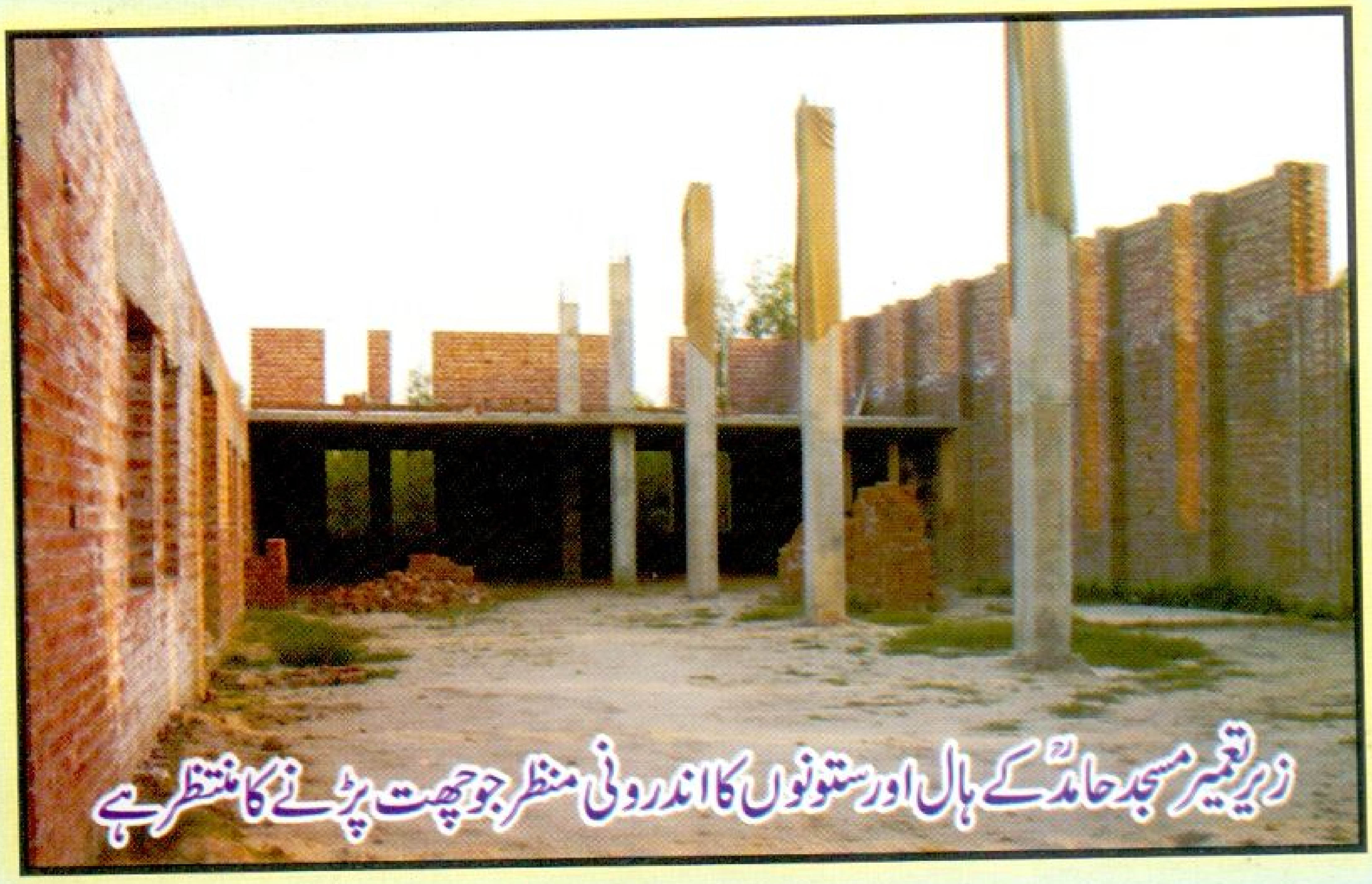

زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کے ہال اور ستونوں کا اندرونی منظر جو چھت پڑنے کا منتظر ہے

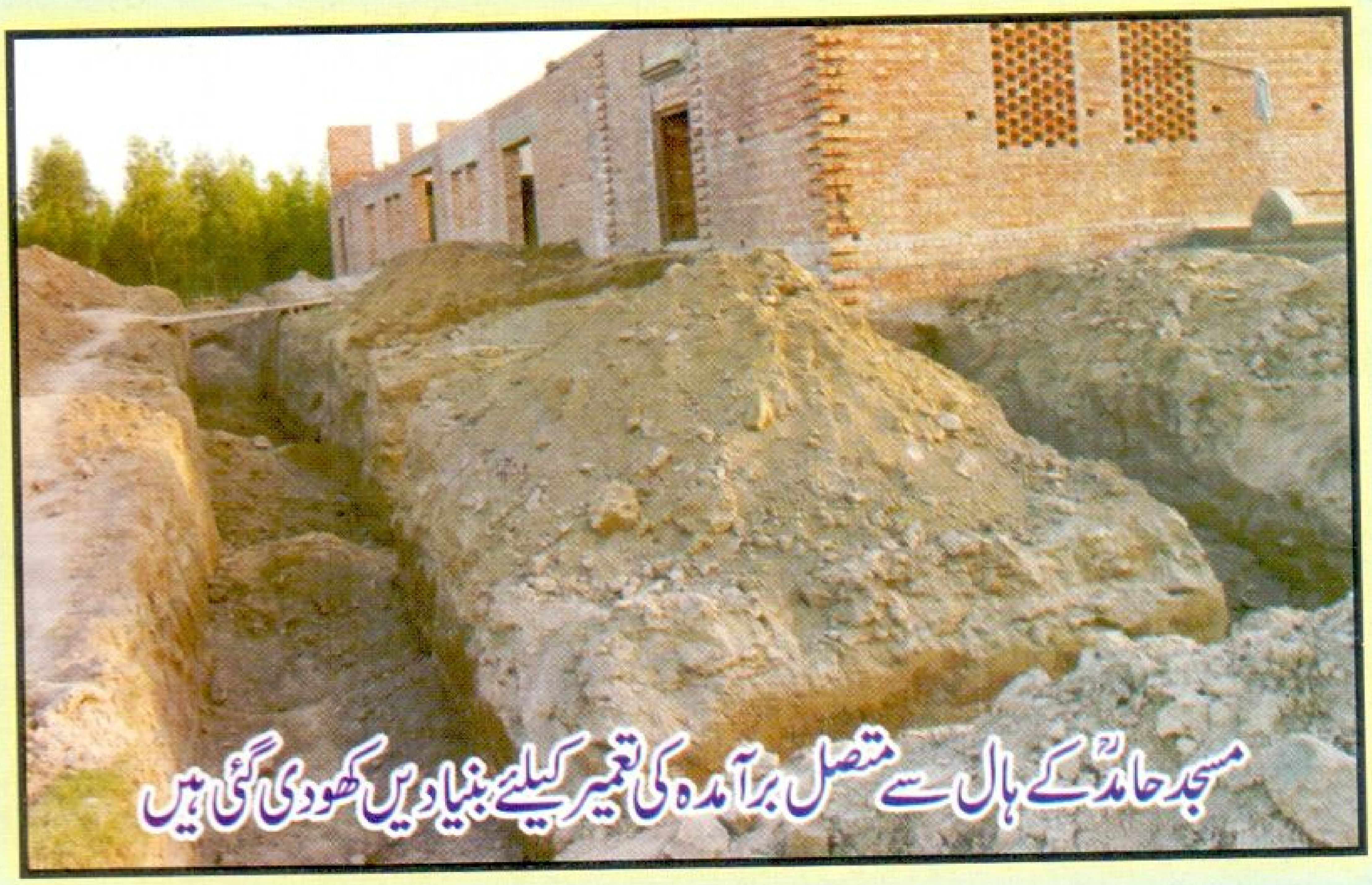

مسجد حامدؒ کے ہال سے متصل برآمدہ کی تعمیر کیلئے بنیادیں کھودی گئی ہیں

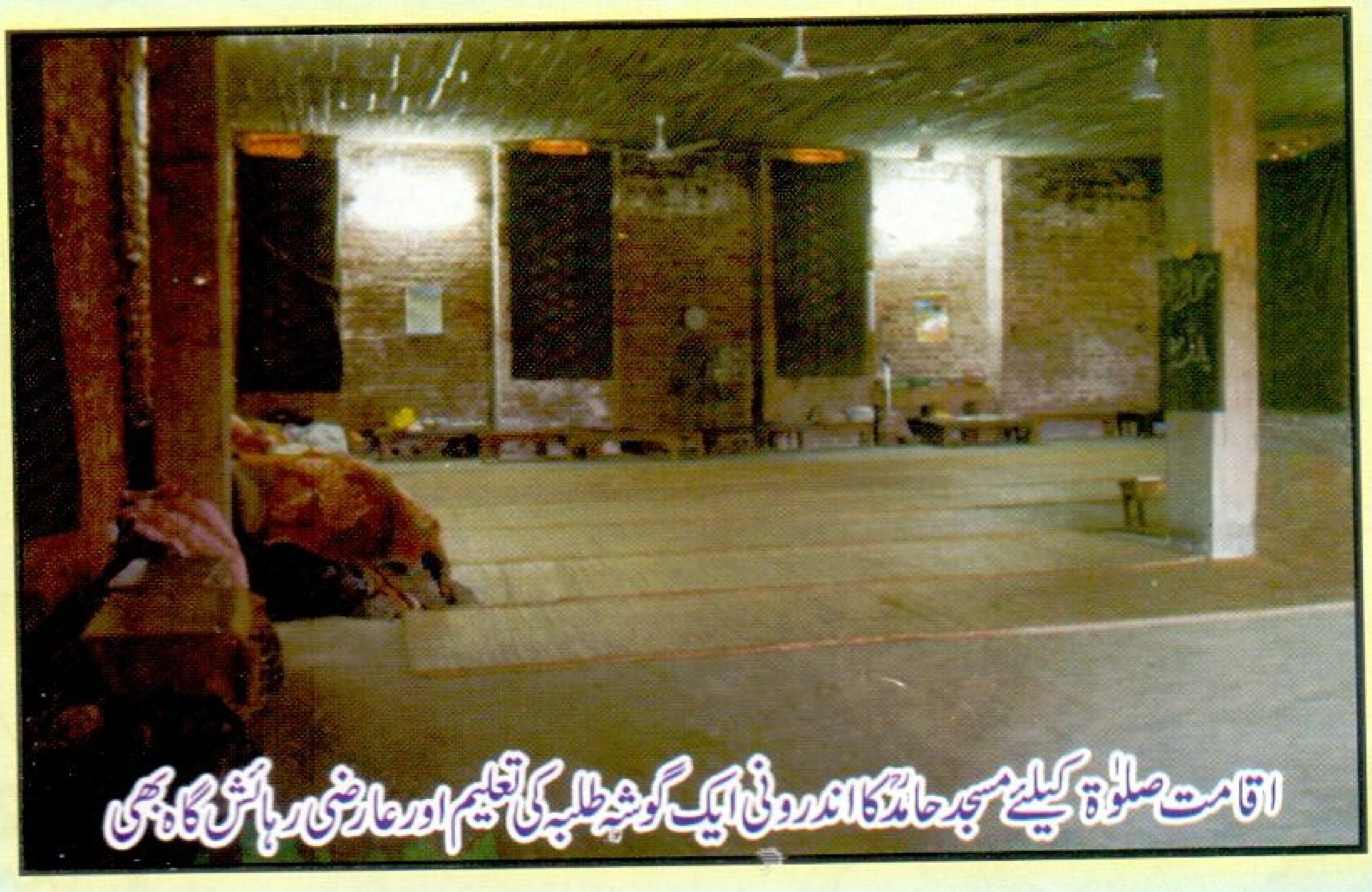

اقامت صلوٰۃ کیلئے مسجد حامدؒ کا اندرونی ایک گوشہ طلبہ کی تعلیم اور عارضی رہائش گاہ بھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماهنامه

انوار مدینہ

جلد : ۱۱ | ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ ۔ جون ۲۰۰۳ء | شمارہ : ٦

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے ــــــ سالانہ ۱۵۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ــــــ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ــــــ ٦ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ ــــــ ۱۶ ڈالر

برطانیہ ــــــ ۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــ سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301

فون : 7724581 فون / فیکس : 92-42-7726702

E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفترِ ماہنامہ ''انوار مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز ـــــــــــ ۳

درس حدیث ـــــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ـــــــ ۵

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ـ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ـــــــ ۱۰

فہم حدیث ـــــــ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ـــــــ ۲۲

حفاظت دین ـــــــ حضرت مولانا منیر احمد صاحب ـــــــ ۲۷

والدین! رب کی رحمت ـــــــ جناب سید سلمان گیلانی صاحب ـــــــ ۳۵

آپ کے دینی مسائل ـــــــ ۳۸

حاصل مطالعہ ـــــــ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ـــــــ ۴۱

کل کی عورت کا پیغام آج کی عورت کے نام ـــــــ ۴۹

مردوں کا ختنہ ـــــــ ۵۲

اسلام امنِ عالم کا علمبردار ہے ـــــ مسز طاہرہ کوکب صاحبہ ـــــــ ۵۵

تنقید و تقریظ ـــــــ ۵۹

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

☆

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

موجودہ دور اُمتِ مسلمہ کے لیے اندرونی و بیرونی ہر اعتبار سے پستی اور ذلت کا دور ہے۔ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُمت کی پستی اور رُسوائی بلاوجہ نہیں ہوگی بلکہ اس کی اصل وجہ اُمت کی بحیثیتِ مجموعی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوگی۔ جتنی نافرمانی بڑھتی چلی جائے گی اسی قدر اللہ کا غصہ بھی بڑھتا چلا جائے گا نتیجۃً نصرتِ الٰہی رخصت ہوجائے گی اور لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا خیر و برکت جاتی رہے گی آپس کے جھگڑے اور نفرتیں بڑھ جائیں گی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَالِکُ الْمُلُوْکِ وَمَلِکُ الْمُلُوْکِ قُلُوْبُ الْمُلُوْکِ فِی یَدِیْ وَاَنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْکِھِمْ بِالرَّحْمَۃِ وَالرَّاْفَۃِ وَاَنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَھُمْ بِالسَّخْطَۃِ وَالنِّقْمَۃِ فَسَامُوْھُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَی الْمُلُوْکِ وَلٰکِنْ اِشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالذِّکْرِ وَالتَّضَرُّعِ کَیْ اَکْفِیَکُمْ. (مشکوٰۃ ص ۳۲۳)

اس حدیث شریف کا ترجمہ ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے

میرے، مالک ہوں بادشاہوں کا اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور بندے جب میری اطاعت کریں گے تو میں ان کے بادشاہوں کے دل رحمت اور نرمی کی طرف پھیر دوں گا اور جب بندے میری نافرمانی کریں گے تو میں اُن کے (بادشاہوں کے) دلوں کو غضب اور انتقام کی طرف پھیر دوں گا تو (بادشاہ) ان (بندوں) کو بہت برے عذاب میں مبتلاء کردیں گے تو تم بادشاہوں کو بدعاء دینے میں مت لگو بلکہ اپنے کو اللہ کی یاد اور تضرع میں مشغول کردو تاکہ میں تمہارے لیے کافی ہو جاؤں''۔

اس حدیثِ قدسی سے عالمی سطح پر اُمتِ مسلمہ کی ذلت وخواری کے اسباب اور اس سے نکلنے کے طریقوں پر خوب وضاحت سے راہنمائی حاصل ہو رہی ہے۔ اُمت کی اجتماعی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اُن پر ظالم حکمران مسلط کردیئے ہیں رعیت اُن کو کوستی رہتی ہے اور وہ رعیت پر اپنا جبر بڑھاتے رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملکی اتحاد و یکجہتی ختم ہو کر انتشار و بدامنی پھیلتی ہے بالآخر اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کفار بھی مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو جاتے ہیں اور یوں اندرونی اور بیرونی طور پر پوری اُمہ فی الوقت تباہی و بربادی سے دوچار ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حکمران ہوں گے لہٰذا حدیث پاک کی روشنی میں اس تباہی و بربادی، ذلت وخواری سے نکلنے کا واحد راستہ صرف یہ ہے کہ امت بحیثیتِ اجتماعی بداعمالیوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے، اللہ کی یاد اور اس کے سامنے عاجزی و فروتنی کو اپنا شیوہ بناتے ہوئے نیک اعمال کی راہ پر پختگی سے گامزن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہی حکمرانوں کے دلوں میں رعیت کے لیے رحم اور نرمی ڈال دوں گا یہ اُن پر مہربان ہو کر عدل و انصاف سے کام لیں گے رعیت ان سے خوش ہوگی وہ رعیت سے خوش ہوں گے نتیجتاً اندرونی طور پر اتحاد و یکجہتی قائم ہو جائے گی خیر و برکت اور نصرتِ الٰہی کے دروازے کھلیں گے اور اُمتِ مسلمہ اس قابل ہو جائے گی کہ پوری قوت کے ساتھ بیرونی قوتوں کے مقابل صف آراء ہو کر ذلت و پستی کے طوق کو اپنی گردن سے اُتار پھینکے۔ قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا وعدہ ہے وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (بالآخر) تم ہی کو غلبہ ہوگا اگر تم (سچے) مومن ہوئے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
درسِ حدیث
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

برابری اور مساوات کی تعلیم، حضرت زیدؓ اور حضرت اُسامہؓ کے ساتھ حسنِ سلوک
ابوطالب کے بعد سرداری کا نمبر نبی علیہ السلام کا تھا، ہجرت میں پہل اعزاز ہے

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۰ سائیڈ اے/ ۸۴-۹-۲۱

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت آقائے نامدار ﷺ نے مساوات بتلائی ہے اور اس مساوات کو ایسے طریقے پر کرکے دکھلایا ہے جو بہت مشکل ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ بہت بڑے خاندان کے تھے عرب کا سب سے اشرف خاندان جناب رسول اللہ ﷺ کا تھا اور عرب کے پورے قبائل اس کی شرافت سب سے بڑھی ہوئی تسلیم کرتے آئے ہیں پھر ایک قبیلے کی شرافت ہوئی اور مزید یہ کہ قبیلے کے سرداروں میں آپ کا شمار ہوا آپ ان کی اولاد میں تھے جو قبیلے کے سردار شمار ہوتے تھے حضرت عبدالمطلب تھے اُن کے بعد اُن کی جگہ ابوطالب تھے۔

سرداری اور قبیلہ کی شرافت پر بطورِ دلیل ایک واقعہ :

اور بخاری شریف میں یہ قصہ آتا ہے[۱] زمانہ جاہلیت میں جو قتل کے اُوپر فیصلہ ہوا کرتا تھا کہ سو اُونٹ دے دو یا اُس آدمی کو دے دو تاکہ مار دیا جائے یا قسمیں کھالو یہ کب سے شروع ہوا کیسے شروع ہوا ؟ اس طرح شروع ہے کہ ایک قریش کا آدمی تھا، ابوطالب سے مل کر وہ سفر پر گیا، ایک اور آدمی جو دوسرے کسی قبیلے یا خاندان کا تھا وہ تجارت کے لیے جا رہا تھا اس نے اس (قریشی) کو ساتھ لے لیا یہ (قریشی) ایسے تھا جیسے مزدوری کا کام کرتے ہیں پھر ہوا یہ کہ راستے میں جدھر سے یہ جا رہے تھے اُدھر سے کوئی اور آرہا تھا اور اس نے کہا کہ دیکھو کوئی رسی ہو تو مجھے دے دو میرا جو ''توشہ'' ہے اُس کی

---
[۱] باب القسامۃ فی الجاہلیۃ ج ۱ ص ۵۴۲

رسی ٹوٹ گئی ہے۔ اور میرا اُونٹ بدکتا ہے تو اس (قریشی) نے ایک رسی دے دی تو جب پڑاوٗ ڈالا تو سب اُونٹوں کو باندھ دیا ایک اُونٹ نہیں بندھ سکا وجہ کیا تھی؟ وہ رسی نہیں تھی پوچھا اس نے جو مالک تھا جو لے جا رہا تھا اس کو اپنے ساتھ کہ یہ اُونٹ کیوں نہیں بندھا؟ کہنے لگا کہ وہ رسی جو تھی وہ نہیں ہے اس کی، کہاں گئی رسی اس کی؟ تو اس نے کہا اس طرح میں نے اُس کو دے دی۔ اُسے غصہ آیا اُس نے لاٹھی پھینک کر ماری وہ لاٹھی اس کے ایسی بُری طرح لگی کہ وہ اس سے جانبر نہیں ہو سکا، تو جہاں پڑاوٗ ڈالتے تھے وہاں یہ ہوتا تھا کہ ادھر قافلے آئے اُدھر گئے اُدھر سے آئے اِدھر گئے جیسے بسوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں اس طرح وہ بھی تھے وہاں ایک شخص گزرا اس نے دیکھا اسے زخمی ہے چوٹ لگی ہوئی ہے۔ پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو کہاں جا رہے ہو اس نے کہا کہ میں تو یمن کی طرف کا ہوں اس نے کہا تم حج کو جاؤ گے؟ کہا ہاں جاؤں گا کبھی جاتا ہوں کبھی نہیں بھی جاتا۔ اُنھوں نے کہا کبھی بھی جانا ہو تمہارا تو میرا ایک پیغام پہنچا دو گے؟ کہنے لگا ضرور پہنچادوں گا اُس نے کہا یہ پیغام ہے میرا کہ جب تم وہاں جاؤ تو منٰی میں آواز دینا پُوچھنا کہ قریش کہاں ہیں تو قریش کے قبیلے والے جہاں ہوں گے وہاں لوگ تمہیں پہنچادیں گے جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو تم پُوچھنا ابو طالب کہاں ہے تو ابو طالب سے ملنا اور اُنھیں یہ کہنا کہ فلاں آدمی نے مجھے ایک رسی کے بدلے میں قتل کر دیا اُدھر یہ (قاتل) آدمی اپنا تجارت کا کام پورا کر کے واپس آ گیا جب واپس آیا تو ابو طالب نے پوچھا ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اُس نے کہا وہ تو بیمار ہو گیا تھا میں نے اُسکا بہت علاج کیا ٹھیک نہیں ہوا صحت نہیں ہوئی اُس کو، انتقال ہو گیا اُس کا، میں نے پھر اُسے نہلایا دھلایا اور دفن کر دیا، بہر حال میں نے اُس کی خدمت بہت کی۔ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے قَدْ کَانَ اَھْلَ ذَاکَ مِنْکَ [۲] وہ اس بات کا اہل تھا مستحق تھا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے بات ختم ہو گئی اُدھر ایسے ہوا کہ وہ آدمی پہنچا حج کے موقع پر اُس نے آواز دی قریش کہاں ہیں؟ قریش یہ ہے۔ ابو طالب کہاں ہے؟ ابو طالب یہ ہے۔ بالکل آسانی سے پہنچ گئے اُس نے کہا فلاں آدمی جو تھا آپ کا اُس نے مجھے یہ پیغام دیا تھا یہ پیغام پہنچانے آیا ہوں تو اب ابو طالب کو (اصل بات کا) پتا چلا تو انھوں نے اس کے (قاتل) کو بلایا اور جو اس کے قبیلے کا سردار تھا اس سے کہا یا تو اُسے ہمارے حوالے کر دو یا قسمیں کھا لو یا سو اُونٹ دے دو اور اگر ایسے نہیں کرتے تو بہر حال ہم آدمی کا بدلہ لیں گے وہ قسموں پر راضی ہو گئے جھوٹی قسموں پر ایک آدھ آدمی جو جانتے تھے اس بات کو (کہ جھوٹی قسم کا وبال کیا ہوتا ہے) انھوں نے کہا جناب دیکھئے پچاس آدمیوں سے آپ نے کہا ہے قسمیں کھائیں یا سو اُونٹ دیں تو گویا ایک قسم یا دو اُونٹ ایسے ہوا حصہ، ایک قریشی خاندان کی لڑکی تھی جو اُس خاندن میں بیاہی ہوئی تھی (اس آدمی کے بیٹے سے) اُس نے کہا کہ دیکھیے ایسے کریں کہ میرے بیٹے کا نام انھوں نے (قسم کھانے والوں میں) لکھا ہے تو مہربانی کریں یہ دو اُونٹ ہیں (بجائے قسم کے) یہ قبول کریں اور جب قسمیں لی جائیں تو وہاں قسم

[۲] بخاری شریف ج ا ص ۵۴۲

میرے بیٹے سے نہ لیں اسی طرح ایک اور نے بھی یہی کہا اب اڑتالیس آدمی رہ گئے۔

اللہ کا گھر اور جھوٹی قسم کا وبال :

تو وہاں کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر قسمیں کھاتے تھے نہ ہم نے مارا نہ ہمارے آدمی نے مارا نہ ہم اُس کے قاتل کو جانتے ہیں یہ قسم انھوں نے جھوٹی کھائی اُن کا ایک اعتقاد یہ تھا کہ جو یہاں جھوٹی قسم کھائے یا کسی قسم کی (غلط) بات کرے تو ادبار سے نہیں بچتا اور کوئی بدؑعا دے تو بدؑعا لگتی ہے بدعا کرے تو دُعا قبول ہوتی ہے یہ اُن کا عقیدہ چلا آرہا ہے مکہ مکرمہ ہی کے رہنے والے تھے مگر اُن کو اپنے مقام سے یہ عقیدہ خود بھی تھا یہ نہیں کہ باہر سے آنے والوں کا ہو اُن کا نہ ہو ان کا بھی تھا، احترام وہ کرتے تھے مکہ مکرمہ کا چنانچہ جنھوں نے قسمیں کھائیں تھیں سال نہیں گزرنے پایا کہ سب کے سب مر گئے یہ زمانہ جاہلیت میں ایک واقعہ ایسا گزرا تھا تو اسلام نے اس سلسلہ کو جو "دِیَتْ" کے اندر چلتا ہے قائم رکھا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ تو بہت بڑے خاندان کے تھے یعنی ابوطالب سردار تھے۔

ابوطالب کے بعد سرداری کا نمبر نبی علیہ السلام کا تھا :

اور ابوطالب کے بعد سرداری کا نمبر جناب رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے ویسے بھی، اور جب اسلام آگیا وحی آگئی نبوت ہوگئی تو سب ہی سے بڑے ہوگئے پھر مقابلے میں دوسرا خاندان آگیا یہ بنواُمیہ والا خاندان ابوجہل، ابوسفیان، ابوجہل کے بعد اپنے خاندان کے بھی کچھ لوگ تھے ابولہب اُدھر تھا، بدر کے موقع پر وہ نہیں آسکا شاید بیمار تھا یا کیا چیز تھی بہرحال وہ نہیں آیا۔

ابولہب کی عبرتناک موت :

جب "بدر" والوں کو اطلاع پہنچی ہے کہ اس طرح سے ہمارے اتنے آدمی مارے گئے ہیں تو بیمار ہوا اور مر گیا اور مرض بھی اُسے ایسا ہوا کہ عرب لوگ اس مرض سے بہت ڈرتے ہیں اور وہ کوئی ایسا ہے جیسے کہ چیچک کی کوئی خاص قسم ہو اس میں مبتلا ہوا اور مر گیا، پڑا رہا اندر، بچوں نے بھی لاش نہیں اُٹھائی پھر کسی نے غیرت دلائی تو پھر اُنھوں نے اس کو کسی طرح سے وہاں سے اُٹھا کر اور لے جا کر ڈال دیا اُوپر مٹی ڈال دی۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ خاندانی طور پر سب سے بڑے تھے۔

غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک :

جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک غلام آئے ان کو آزاد کر دیا اب یہ واقعہ ہے جبلہ ابن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جو بھائی ہیں۔ ان کو پتا چلا کہ میرا بھائی زید آزاد ہو گیا ہے اور یہاں مکہ مکرمہ میں حضرت محمد ﷺ

کے پاس ہے تو پھر یہ آئے اور آکر ملے عرض کیا جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ ابعث معی اخی زیدا میرے ساتھ میرے بھائی زید کو بھیج دیجیے تو آپ نے فرمایا یہ ہیں وہ، لے جاؤ انھیں، اگر وہ تمھارے ساتھ جائیں تو میں منع نہیں کروں گا۔

واپس جانے سے انکار :

تو زیدؓ نے کہا کہ میں تو نہیں جاؤں گا میں جناب ہی کے پاس رہوں گا یارسول اللہ واللہ لا اختار علیک احدا میں آپ کے اوپر کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا تو وہ (جبلہ) اس وقت واپس چلے گئے بعد میں ان کے بھائی جبلہ کہتے تھے کہ میرے بھائی کی جو رائے تھی وہ میری رائے سے بہتر تھی [۳] وہ وہاں رہے ٹھیک ہے بالکل ٹھیک جگہ رہے اب یہ غلام ہیں ان کے ساتھ معاملہ ایسا ہوا کہ وہ مسلمان بھی ہو گئے اور ساتھ رہنا بھی پسند کیا۔ ادھر جناب رسول اللہ ﷺ کا مقام خاندانی اعتبار سے اور ویسے بھی بہت بڑا تھا قریش کو یا کسی کو کوئی اختلاف نہیں تھا انھوں نے کبھی کوئی الزام نہیں لگایا یہ بھی نہیں کہا جھوٹ بولتے ہیں یہ بھی نہیں کہا خیانت کرتے ہیں کوئی الزام کسی قسم کا نہیں لگایا۔ بات صرف ''پیغام'' کی تھی اختلاف ''پیغام'' پر تھا تو درجہ تو بڑا ہی تھا بہت بڑا درجہ تھا تو آپ کا معاملہ تو زیدؓ کے ساتھ ایسا تھا کہ وہ جانا ہی پسند نہیں کرتے تھے حالانکہ آزاد ہو گئے تھے آزاد ہو گئے تو فوراً بھاگ کر جانا چاہیے تھا چہ جائیکہ بلانے بھی آئے کوئی اور پھر بھی نہ جائے پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے رہے۔

سرداری اور غلام :

آپ نے ان کو ایسا بڑھایا کہ ایک دفعہ اُن کو لشکر کا سردار بنا دیا اور غزوہ موتہ میں وہ لشکر کے سردار تھے اور لوگوں کو اشکال ہوا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی کی بھی بات نہیں مانی اور منع فرما دیا کہ اس طرح کے اشکال نہ کرو ایسی بات نہ کرو پھر یہ ہوا کہ وہ وہاں اُس جہاد میں شہید ہوئے۔

حضرت اسامہؓ کے ساتھ حسنِ سلوک :

ان کے بیٹے ہیں اُسامہ، اُسامہ ابن زیدؓ۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے بھی اسی قدر محبت تھی اب وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تو ایسے ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ جملہ فرمایا احبیہ فانی احبہ [۴] تم بھی اس سے محبت کرو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت اسامہؓ ہی بتاتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا جب آپ کی طبیعت ناساز تھی اور یہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں رہتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ شریف کے مشرقی حصہ میں رہتے تھے۔ مدینہ پاک کا مشرقی حصہ جو ہے وہ بلندی پر ہے کوئی خاص محسوس تو نہیں ہوتی بلندی لیکن ہے واقعتاً بلندی

---

[۳] مشکوٰۃ ص ۵۷۲ [۴] مشکوٰۃ ص ۵۷۱

مگر آب و ہوا کا فرق ہو جاتا ہے وہاں جا کر، کہتے ہیں ''قبا'' والا حصہ جو ہے اس میں رات کو ٹھنڈ ہو ہی جاتی ہے اور بعض دفعہ کپڑا اوڑھنا پڑتا ہے جبکہ مدینہ منورہ میں یہ نہیں ہوتا تو یہ کہتے ہیں هبطت وهبط الناس میں بھی آگیا اور لوگ بھی آگئے مدینہ منورہ میں اطلاع ملی کہ طبیعت ناساز ہوگئی ہے اور ایسی ناساز ہے کہ باہر تشریف نہیں لاسکتے نمازوں میں ظاہر بات ہے سب ہی آگئے کہتے ہیں میں پہنچا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اب یہ غلام کے بیٹے ہیں تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ آپ گفتگو نہیں فرماسکتے تھے تو بات تو کچھ نہیں تھی صرف بولنا دُشوار ہے تو رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں دستِ مبارک میرے اُوپر رکھتے تھے اور ایسے اُٹھاتے تھے اب میں یہ سمجھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے لیے دُعاء فرما رہے ہیں ۵ کیونکہ ہاتھ رکھنا اور پھر ایسے اُٹھانا یہ ایسا ہی طریقہ اور انداز تھا جیسے کوئی دُعا کرتا ہو، تو نظروں سے اور شفقت سے یہی انداز ہوتا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے کے آداب :

حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیٹھا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس اذ جاء علی والعباس کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آگئے۔ ان دونوں نے اسامہؓ سے کہا کہ جاؤ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لو ہم آنا چاہتے ہیں۔ بلا اجازت کے داخل ہونا کسی کمرے میں یہ تو ٹھیک نہیں ہے منع ہی کیا جاتا ہے حالانکہ رشتہ دار تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ چچا ہیں حضرت علیؓ چچازاد بھائی ہیں داماد ہیں مگر دونوں اجازت چاہ رہے ہیں کہتے ہیں میں نے جا کر کہا یہ آنا چاہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا اتدری ماجاء بھما کیا تم جانتے ہو کہ کیوں آئے ہیں یہ، قلت لا میں نے عرض کیا نہیں قال لکنی ادری فرمایا میں جانتا ہوں کیوں آئے ہیں۔ آنے دو اجازت دے دو۔ اندر آئے اور آکر انھوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ یہ دریافت کریں کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے اپنے اہلِ خانہ میں ای اھلک احب الیک قال فاطمة بنت محمد فرمایا فاطمہ مجھے بہت محبوب ہیں۔ انھوں نے عرض کیا ماجئناک نسئلک عن اھلک یہ جو بالکل آپ کی اولاد ہے اس کے بارے میں ہم پوچھنے نہیں آئے بلکہ اور لوگوں میں سے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے میں نے بھی انعام کیا ہے (یعنی) اسامہ ابن زیدؓ یہی جو آپ کو بلا کر لائے ہیں یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں ان دونوں نے عرض کیا پھر اس کے بعد کون تو فرمایا ثم علی ابن طالب پھر یہ علیؓ، اب حضرت عباسؓ فرمانے لگے جعلت عمک اخرھم اپنے چچا کو تو آپ نے ان سب کے پیچھے کر دیا، سب کے بعد کر دیا۔ (باقی صفحہ ۵۸)

---

۵ مشکوٰۃ ص ۵۷۱

سلسلہ نمبر۲

قسط نمبر۴

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

عبدالماجد دریابادی اور مولانا عبدالباری ندوی کی زبانی اِن ہی اوصاف جلیلہ کا حال درج کرتا ہوں :

مولانا عبدالباری ندوی رحمہ اللہ :

وہ تحریر فرماتے ہیں :

حضرت حکیم اُلامت کی جوتیوں تک کیسے پہنچا اس کو آگے سُنیے :

مولانا عبدالماجد دریابادی سے میرے کم و بیش ساٹھ سال کے تعلقات ہو چکے ہیں جب وہ بی اے میں فلسفہ کے طالب علم تھے تو میں ندوہ میں متوسطات کا۔ ان پر عقلیت، ارتیابیت اور اس کے بعد الحادیت کا دور گزرا۔ ان کے والد مرحوم جب حج کے لیے گئے تو سُنا ہے رو رو کر بس اِن ہی کے لیے دُعائیں کرتے رہے۔ اور دُعاء ہی نہیں (بلکہ) خود بھی ایسے مقبول ہوئے کہ وہیں آخرت کی جنت تک روک لیے گئے۔

ایک جملہ معترضہ اور کہ تحریکات کے دوران میں ان کا مولانا محمد علی سے بغایت عقیدت ہی نہیں، محبت ہو گئی تھی اور انہی کی وجہ سے چند دن سیاست میں بھی شریک رہے بلکہ شاید خلافت کمیٹی یو پی کے صدر بھی رہے۔ اور مولانا محمد علی کی زیر ادارت دہلی سے جو ہمدرد اخبار نکلتا تھا اس کے بالکلیہ

ذمہ دار اور نگران تھے۔ آمدم برسرِ مطلب نہیں معلوم کیونکر اچانک ان کو کسی سے بیعت ہونے کا خیال آیا۔ خواہ اس کو اس الحاد کا ردِ عمل کہہ لیجیے یا ان کے والد مرحوم کی دُعاؤں کی مزید مقبولیت احقر کے تعلقات ان سے اتنے زیادہ تھے کہ وہ اس راہ میں بھی رفیقِ طریق بنانا چاہتے تھے ان کا رجحان مولانا مدنی کی طرف ہوا اور ان سے دونوں کا بیعت ہونا طے ہو گیا۔

جب ہم لوگ دیوبند اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا مولانا تشریف فرما ہیں اور ڈبہ کا دروازہ کھلتے ہی بجائے قلی کے خود ہی ہم لوگوں کا سامان اُٹھا لینا چاہا کچھ طلبہ بھی ساتھ تھے انہوں نے حضرت سے سامان لے جا کر تانگہ پر رکھ دیا اور ہم دونوں کو مولانا کے ساتھ بٹھا دیا۔

اس زمانہ میں آپ کا قیام حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر تھا ہم لوگوں کو بھی وہیں ٹھہرایا اور جس مدعاء کے لیے حاضر ہوئے تھے اس کی نسبت فرمایا میں اس کے لائق بالکل نہیں تم دونوں کو مولانا تھانویؒ سے بیعت ہونا چاہیے ماجد میاں نے برجستہ اپنی ذہانت کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ حضرت سُنا ہے کہ اس راہ کا پہلا قدم تو خود رائی کو فنا کرنا ہے اور ہم پہلے قدم آپ کی مخالفت کریں گے تو آگے کیا چلیں گے مگر مولانا نے اس قسم کے سارے معروضات سُنے اَن سُنے فرما دیے اور دوسرے ہی دن غالباً پہلی گاڑی سے ہم دونوں کو لے کر تھانہ بھون پہنچے۔ حضرت تھانویؒ نماز کے بعد فارغ ہوئے ہی تھے کہ نظر حضرت مدنی پر پڑی پھر ان کو ساتھ لے کر اپنی مستقل نشست گاہ سہ دری میں تشریف فرما ہو گئے اور جلد ہی ہم دونوں کو حاضری کا ارشاد ہوا۔

حاضری پر دیکھا تو دونوں میں گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ ہر ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا بلکہ اس پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ میں ان کے لائق نہیں آپ ہی قبول فرما لیں چند منٹ کے لیے دونوں حضرات نے تخلیہ بھی فرمایا اس کے بعد پھر ہمارے حضرت مدنی اپنی ہی درخواست پر اصرار فرما رہے تھے چنانچہ حکیم الامت قدس سرہ نے اپنے حکیمانہ رنگ کا جواب دے کر معاملہ ختم فرمایا کہ نہ تو میں جنید و شبلی ہوں اور نہ ہی آپ، ان کے لیے دونوں کافی ہیں مگر ان کو مناسبت آپ سے زیادہ ہے اس لیے ان کو آپ ہی اپنے ساتھ لے جائیں۔

مناسبت کا اندازہ حضرت نے شاید اس طرح فرمایا کہ ماجد میاں تو اس وقت اپنے محبوب و ممدوح مولانا محمد علی مرحوم کے کھدری لباس میں سر سے پیر تک ملبوس تھے اور شاید اس وقت کی رائج الوقت کھدر کی ٹوپی میرے سر پر بھی تھی۔

اس کے بعد سالانہ حاضری تو ہم دونوں کی دونوں جگہ ہوتی تھی مگر میری زیادہ سے زیادہ ہفتہ دو ہفتہ ماجد میاں اہل وعیال کے ساتھ کم وبیش ہر سال ماہ دو ماہ مستقل تھانہ بھون میں مقیم ومستفید رہتے ، اپنی بدقسمتی اور حیدر آباد کی ملازمت کی پابندیوں کی وجہ سے تعطیلات گرما میں ہفتہ عشرہ یا زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ کے لیے تھانہ بھون میں اور آتے جاتے ایک دو دن کے لیے دیوبند میں حاضری دیتا۔ایک بات رہ گئی کہ دیوبند واپسی پر حضرت مدنیؒ نے ہم دونوں کو بیعت فرمالیا تھا۔(بزمِ اشرف کے چراغ ص ۲۶۷و۲۶۸)

اس مضمون کے بعد میں نے مولانا عبدالماجد دریابادی کی کتاب ''حکیم الامت'' دیکھی اس میں اس اجمال کی شرح ہے اسکے بہت سے فوائد ہیں خصوصاً فلسفہ والحاد کے شکار لوگوں کے لیے اس لیے نقل کرتا ہوں ترتیب میری ہے۔انھوں نے اپنے حالات اپنے شیخ مربی حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں یوں تحریر فرمائے ہیں :

ایک انگریزی خواں ہوں، مدتوں مغربی فلسفہ کے اثرِ ضلالت بلکہ الحاد کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتا رہا۔خدااور رسول کی شان میں گستاخیاں کرتا رہا برسوں کے بعد اسلام وایمان کی طرف مراجعت نصیب ہوئی زیادہ تر مثنوی کی برکت سے گو اسے بھی بے سمجھے ہی پڑھا۔اکبرالہ آبادی کی صحبتیں بھی اصلاحی اثر ڈالتی رہیں۔(حاشیہ میں ہے کہ یہ مولانا کے بڑے معتقد ومداح تھے اور مولانا بھی ان کے بڑے معترف)اب ''سچ'' ۱؎ ہفتہ وار کے ذریعہ اپنی بساط کے لائق دین کی خدمت میں لگا لپٹا ہوا ہوں اور اپنے لکھے کو آپ مٹاتا رہتا ہوں۔

ماضی کی بیہودگیوں کا تو ذکروحساب ہی نہیں بڑی فکر حال کی ہے خدا معلوم اب بھی صراط مستقیم سے کتنی دور ہوں اب تک کسی بزرگ سے نہ بیعت نصیب ہوئی نہ طویل صحبت دل کی کشش صاحب مثنوی کے بعد شارح مثنوی حاجی صاحب مہاجر مکیؒ ۲؎ کی جانب رہی۔زندہ ہستیوں میں نظر بار بار مولانا حسین احمد صاحب کی جانب اُٹھتی ہے بعض احباب کا مشورہ مولانا انور شاہ صاحب سے متعلق ہے، مشیرو مبصر آپ سے بڑھ کر اور کون ہوسکتا ہے جناب کی تصانیف سلوک حال میں دیکھیں اور دل پھڑک گیا۔اب تک آپ کو صرف مولوی کی حیثیت سے جانتا تھا عارفانہ کمال کا حال تو اب کھلا

۱؎ ''سچ'' ''صدق'' کا قدیم نام ہے، مولانا محمد علی مئی ۱۹۲۸ء میں جب یورپ علاج کے لیے روانہ ہوئے تو اپنا مشہور زمانہ ''ہمدرد'' میرے سپرد کر گئے تھے۔شاید ۱۹۲۷ء میں مولانا عبدالماجد اس کے ڈائریکٹر رہے ہوں۔نیز مولانا موصوف صوبہ اودھ کی خلافت کمیٹی کے صدر تھے جیسے کہ انہوں نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ا پر متن اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ ۲؎ حاشیہ میں ہے حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا کے پیرو مرشد۔

گو گستاخی معاف جناب کی سیاسی رائیں اب بھی میرے لیے ایک معمہ ہیں۔ بہر حال اب درخواست امورِ ذیل میں رہنمائی کی ہے۔

(۱) موجودہ بزرگوں میں سے کس کا انتخاب بیعت یا صحبت کے لیے کروں۔

(۲) اپنی اصلاح قلب کے لیے خود جناب والا سے بھی مراسلت اور تھانہ بھون میں حاضری چاہتا ہوں۔ (ص ۵ و ص ۶ مع حاشیہ مولانا دریابادی)

یہ خط انہوں نے ۲۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ ۱۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو لکھا تھا جس کا جواب ۲۵ نومبر کو موصول ہوا اس کے بعد ایک خط اور لکھا اور اس کے جواب کے بعد مکاتبت میں تعطل رہا۔

وہ اس کتاب میں ص ۷ پر ۱۹۲۷ء کا اپنا حال لکھتے ہیں۔

حضرت مدنیؒ جانشینِ شیخ الہندؒ :

مولاناؒ کی ہستی اس وقت ایک راز، ایک معمہ تھی، جمعیۃ علماء کا زور تھا گو گھٹا ہوا۔ محمد علی، شوکت علی کا دور تھا گو شباب سے اُترا ہوا، مسلمان خلافت کمیٹی کے ساتھ تھے اور خلافت کمیٹی کانگرس اور گاندھی جی کا ساتھ دے رہی تھی۔

شیخ الہند محمود حسنؒ دیوبندی اور ان کے بعد مولانا عبد الباری فرنگی محلی دونوں اپنے اپنے وقت میں مسلمانوں کی آنکھوں کے تارے بن کر رہے اور اب جانشینِ شیخ الہندؒ کی حیثیت مولانا حسین احمد صاحب کو حاصل ہو رہی تھی۔

ص ۱۰ پر ایک جگہ لکھتے ہیں :

نام ذہن میں گھوم پھر کر وہی دیوبند کے دونوں بزرگوں کے آ رہے تھے۔ مئی میں دلی جانا ہوا۔ محمد علیؒ ہر چیز کے رازدار اور بہترین و مخلص ترین مشیر تھے۔ ذکر اُن سے آیا تو انہوں نے بلا تامل ووٹ مولانا حسین احمد صاحب کے حق میں دے دیا۔ مولانا انور شاہ کی بزرگی اور علم و فضل کے وہ بھی قائل تھے لیکن رائے وہی رکھتے تھے جو بعض اکابر حنفیہ نے ابن تیمیہؒ سے متعلق ظاہر کی ہے کہ ان کا علم و فضل ان کی فہم [۳] سے بڑھا ہوا ہے بہر حال اس ترجیحی ووٹ (casting) نے تذبذب کی صورت ختم کر دی دل پہلے سے بھی اسی طرف جھک رہا تھا۔

شروع جون میں بڑے تیز قسم کا بخار آیا۔ اس زمانہ میں قوالی سُنا کرتا تھا۔ شدت کے وقت قوال سے مثنوی کے

---

[۳] حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا محمد علیؒ کی یہ رائے سرسری ہوگی ان کے محققانہ ملفوظات و کتب شائع نہ ہوئی ہوں گی اور قریب اور ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا ورنہ ایسی کمزور رائے نہ ہوتی۔ حامد میاں غفرلہ

اس شعر کی فرمائش کی۔

چوں خلیل آید خیالِ یارِ من صورتش بت معنی او بت شکن

اور عالم تصور میں خیال ان ہی جانشینِ شیخ الہند" کا جمایا (خوب رقت طاری ہوئی اور طبیعت نسبتاً ہلکی ہوگئی۔ (ص ۱۰ و ص ۱۱)

اس کے بعد مولانا حاجی شاہ عبدالباری ندوی (جو مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ہم نام تھے) کا تذکرہ ہے کہ وہ لڑکپن کے دوست تھے ان سے اس موضوع پر گھنٹوں گفتگو رہتی تھی اور اگرچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ عقیدت تھی اور بزرگی سب سے بڑھ کر ان ہی کی مسلم تھی مگر ان سے سیاسی اختلاف حائل تھا۔

پھر ص ۱۲ پر تحریر ہے :

رفیقِ قدیم مولوی عبدالباری صاحب ندوی کے ساتھ مل کر دیوبند چلنے کی ٹھہر گئی اور جون ۱۹۲۸ء کی کوئی آخری تاریخ تھی کہ صبح کے وقت ہم دونوں لکھنؤ سے لمبا سفر کر کے دیوبند اسٹیشن پہنچ گئے۔ یہاں کی حاضری کا یہ بالکل پہلا موقع تھا۔ اسٹیشن پر دیکھا تو مولانا خود استقبال کے لیے موجود مولانا کی بزرگی کے قائل خوش عقیدہ حضرات جس بناء پر بھی ہوں اپنی نظر میں تو ان کی بڑی کرامت ان کا ایثار انکسار تواضع بے نفسی ہی ہے علم و فضل، فقر و درویشی کی بحثوں کو چھوڑیئے لیکن جہاں تک۔

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا خاکساری اپنی کام آئی بہت

کا تعلق ہے مولانا ۱۹۲۸ء میں نہیں ۱۹۴۳ء بلکہ نہیں اس وقت یعنی ۱۹۴۸ء میں بھی اس دیکھنے والے کی نظر میں اپنی نظیر بس آپ ہی ہیں اور محمد علی جوہر نے یہ شعر کہا تو اپنے شیخ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے حق میں ہے لیکن صادق مولانا دیوبند پر بھی لفظ بلفظ آ رہا ہے۔

ان کا کرم ہی ان کی کرامت ہے ورنہ یاں کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی

دوسروں کو شاید کام لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو جو ان مولانا کو دوسروں کا کام کر دینے میں آتا ہے گھر پر آ کر ملیے تو آپ کے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے جا کر لائیں آپ کے لیے بستر بچھا دیں سفر میں ساتھ ہو جائیے تو دوڑ کر آپ کے لیے ٹکٹ لے آئیں قبل اس کے کہ آپ "ٹکٹ گھر" کے قریب بھی پہنچ سکیں۔ تانگہ کا کرایہ آپ کی طرف سے ادا کر دیں اور آپ کا ہاتھ اپنی جیب میں پیسہ ٹٹولتا ہی رہ جائے۔ ریل پر آپ کا بستر کھول کر بچھائیں۔ آپ کے لوٹے میں پانی لے آئیں۔ آپ کا سامان اپنے ہاتھ سے اُٹھانے لگیں۔ تین دن کے قیام دیوبند میں روایتیں مشاہدہ بن کر رہیں اور شنیدہ دیدہ میں تبدیل ہو کر تکلفات اور حاضرین اور مہمان داریاں کھانے پر کھانا اور چائے پر چائے۔

بیعت کے سوال پر ارشاد ہوا کہ یہاں کیا رکھا ہے ذرا تھانہ بھون تو چلیے ۔ یہاں تو نیت ہی یہی تھی ایک روز سہ پہر کو یہ مختصر سا قافلہ چل کھڑا ہوا گویا ع

مومن چلا ہے کعبہ کو ایک پارسا کے ساتھ

البتہ یہاں اپنے ساتھ پارسا ایک نہیں دو تھے اور سفر ''کعبہ'' کا نہیں ''کعبہ مقصود'' کا تھا ایسی منزل کے لیے رہبر بھی اس سے بہتر اور کون مل سکتا تھا اللہ اللہ! ایسے سفر کی سعادت ہی کب نصیب میں معلوم ہوتی ۔

ہے آرزو کہ ابروے پُرخم کو دیکھیے　　　　اس حوصلہ کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے

آمدم برسرِ مطلب ۔ کیا ہرج ہے اگر یہ پُرانا بہت پُرانا فرسودہ فقرہ ایک بار پھر نئی زبانوں پر چڑھ جائے ۔ جملہ معترضہ بڑا طویل ہو گیا لیکن لا طائل نہیں ۔ اب ناظرین کرام تکلیف اُٹھا کر ایک بار پھر تھانہ بھون اسٹیشن پر پہنچیں ۔ تاریخ ۳۰ رجون ۱۹۲۸ء وقت کوئی ساڑھے نو شب قافلہ مختصر سا تین آدمیوں کا اسٹیشن پر اُترا تین میں سے ایک خود نا مور لیڈر اور شیخ الحدیث باقی دو میں سے ایک عالم دوسرا عامی ، اسٹیشن اس وقت تک ٹاؤن کا کھلا نہ تھا وہی پرانا بڑا اسٹیشن تھا جو اب عوام کی زبان پر جلال آباد کے نام سے مشہور ہے یہاں سے قصبہ تھانہ بھون کا فاصلہ کوئی تین میل ہوگا تانگہ کرایہ پر کیا اور سُنسان راستوں سے گزرتے کوئی آدھ گھنٹہ میں قصبہ کے اندر پہنچ گئے ۔ جذبات میں جب بجائے '' جزر'' کے ''مد'' ہو اور خیالات میں تلاطم تو یہی آدھ گھنٹہ کئی گھنٹوں کا معلوم ہونے لگتا ہے عقیدت تازہ بھی تھی اور تیز بھی ۔ تخیل خوب خوب نقشے پیش کرتا رہا ۔ تانگہ خانقاہ امدادیہ [۱] کے دروازہ پر رُکا اور کرایہ مولانا حسین احمد صاحب نے دیا ۔ سہارنپور اسٹیشن پر کھانا بھی تو ان ہی نے مسلم ہوٹل میں لے جا کر کھلایا تھا اور دیو بند اسٹیشن پر ٹکٹ بھی تو وہی جھپٹ کر لے آتے تھے اور ہم دونوں سَن میں اُن سے کہیں چھوٹے منہ دیکھتے ہی رہ گئے تھے ۔ جس سفر میں وہ ساتھ ہوں چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی خدمت گزاری میں کون اُن سے پیش پا سکتا ہے؟

اس کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں :

(نماز فجر حضرت نے خود ہی پڑھائی) نماز ختم ہوئی سلام پھیرا دعاء مانگ کر جوں ہی حضرت اُٹھتے ہیں نگاہ پہلی صف میں مولانا حسین احمد صاحب پر پڑ گئی ان کی طرف خود ہی بڑے تپاک سے بڑھے اور بڑے التفات سے ملے ۔ لوگ

---

[۱] مولانا عبدالماجد صاحب نے اس مقام پر لکھا ہے کہ ''امدادیہ'' کو یہاں کوئی لفظ کو آپریٹیو (co-operarative) کا ترجمہ نہ سمجھ لیں (جیسا کہ آگرہ کے ایک مشہور شاعر چند سال ہوئے یہی سمجھتے تھے) حکیم الامت کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا وطن بھی یہی قصبہ تھا یہیں ان کا حجرہ اور مسکن تھا حجرہ اب تک اسی حالت پر قائم ہے اور صحن ، مسجد ، عمارت اور خانقاہ میں بہت زیادہ اضافہ کر کے مجموعہ کا نام ان ہی کے اسم مبارک پر ''خانقاہ امدادیہ'' رکھ دیا گیا ہے ۔ (ص ۱۴)

تو کہتے تھے بڑے خشک مزاج ہیں۔ خشک مزاج ایسے ہی ہوتے ہیں؟ یہ نرم بشاش چہرہ یہ ہنستا مسکراتا ہوا بشرہ کسی خشک مزاج کا ہوسکتا ہے؟ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے اور اُن کے بے لطفی ہے ناچاقی ہے کانوں نے بیشک یہی سُنا تھا لیکن اس وقت تو آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ دو دشمن نہیں دو دوست گلے مل رہے ہیں تعظیم و تکریم مولانا حسین احمد صاحب کی طرف سے تو خیر ہوتی ہی عادتِ طبعی کی بناء پر بھی اور سن میں چھوٹے ہونے کی بناء پر بھی لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا تھا کہ اِدھر سے بھی آداب و رواسمِ تکریم میں کوئی کمی نہ تھی۔ لاحول ولا قوۃ لوگ بھی کیسی کیسی بے پر کی اُڑایا کرتے ہیں اور لوگ بھی کون؟ عوام کالانعام نہیں اچھے اچھے پڑھے لکھے خاصے ثقہ راوی خود ان ہی دونوں حضرات کے خدام و مریدین بعض راوی زبانِ قال سے اور بعض راوی زبانِ حال سے الحمد للہ کہ دونوں روایتیں آج غلط نکلیں مولانا نے تعارف ہم دونوں کا کرایا ہم دونوں سے بھی شگفتہ اخلاق والتفات۔ (ص ۱۶ و ص ۱۷)

اشراق کے وقت جب حضرت تھانویؒ اپنے دوسرے معمولات کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت مدنیؒ نے سرگوشی میں یہ فرمایا کہ یہ دونوں حضرات بیعت ہونے آئے ہیں حضرت تھانوی نے جو جواب دیا وہ انہوں نے سُنا کہ میں اُس وقت بیعت کرتا ہوں کہ کم از کم چھ ماہ خط و کتابت رہ لے یا طویل قیام کے بعد، غرض مناسبت کے یقین ہونے پر بیعت کرتا ہوں بغیر اس کے حسن اعتقاد بالکل ناکافی ہے آپ میرا یہی پیغام ان حضرات کو پہنچا دیں۔

دوسری نشست چاشت کے وقت شروع ہوئی مولانا سے ارشاد فرمایا کہ آپ نے میرا پیام ان حضرات تک پہنچا دیا پھر کیا رائے قرار پائی جواب مولانا کیا دیتے میں خود ہی ہمت وجراءت کر کے بولا :

حضرت معلوم ہوتا ہے کہ کچھ غلط فہمی ہوگئی درخواست تو صرف اس قدر تھی اور یہی میں کئی مہینے ہوئے خط کے ذریعہ سے بھی پیش کر چکا تھا کہ حضرت ہمیں انتخاب مرشد میں اپنے ارشاد و مشورہ سے مستفید ہم لوگوں کی ناقص نظر میں جو چند بزرگ ہیں ان میں سے نمبر اول پر مولانا حسین احمد صاحب اب آگے جناب کا جیسا ارشاد ہو یہی میں نے اس عریضہ میں بھی عرض کیا تھا اور اسی لیے یہ سفر بھی تھا۔

حضرت مدنیؒ کے حق میں حضرت تھانویؒ کی شہادت :

حضرت نے تبسم کے ساتھ مولانا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پھر آپ نے یہ کیا فرمایا تھا؟ اور ہم لوگوں سے ارشاد ہوا کہ آپ کا انتخاب بالکل صحیح ہے؟ میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں آپ مولانا ہی کے ہاتھ پر بیعت کیجیے :

"لیکن مجھ میں تو اس کی بالکل اہلیت نہیں اور جناب کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف رخ کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔"

''مگر مجھ پر تو آپ کو اعتماد ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ میں اہلیت ہے آپ ہی ان حضرات کو لیجیے۔''

اس سوال و جواب کے بعد مزید مکالمت کی گنجائش ہی اب کہاں تھی۔ (ص ۲۲)

آگے چل کر تحریر ہے :

باتیں خوب ہوئیں یاد کر لیجیے کہ ۱۹۲۸ء تھا اور ایک مخاطب روزنامہ ''ہمدرد'' کا ڈائریکٹر تھا صبح اور دوپہر کی ملا کر طویل صحبت میں سیاسی پہلوؤں پر گفتگو آجانا ناگزیر سا تھا گفتگو آئی حضرت نے اتنی معقولیت سے کی کہ ساری بدگمانیاں کافور ہو کر رہیں کون کہتا ہے حضرت ''گورنمنٹی'' آدمی ہیں لاحول ولا قوۃ جس نے بھی ایسا کہا جان کر یا بے جانے بہر حال جھوٹ ہی کہا یہ تو خالص مسلمان کی گفتگو تھی مسلمان بھی ایسا جو جوش دینی اور غیرت ملی میں کسی خلافتی سے ہرگز کم نہیں۔ پاکستان کا تخیل خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں پہلے پہل اس قسم کی آواز یہیں کان میں پڑی بس صرف حضرت کو ہم لوگوں کے اس وقت کے طریق کار سے پورا اتفاق نہ تھا لیکن یہ اختلاف تو کچھ ایسا بڑا اختلاف نہیں، نفس مقصد یعنی حکومت کافرانہ سے گلوخلاصی ۵ اور دارالسلام کے قیام میں تو حضرت ہم لوگوں سے کچھ پیچھے نہ تھے عجب نہیں جو کچھ آگے ہی ہوں۔ (ص ۲۳)

مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی تلمیذ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دار العلوم دیوبند ایم۔اے سابق سربراہ شعبۂ اسلامیات علیگڑھ یونیورسٹی حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

اسلام میں اعلیٰ اور مکمل زندگی کا تصور یہ ہے کہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے ساتھ فکر و نظر کی بلندی اور جہد و عمل میں پختگی اور ہمہ گیری ہو اور یہ سب کچھ تعلق باللہ کے واسطے سے ہو۔ مولانا اس دور میں اس معیار پر جس طرح پورے اُترتے تھے ہندو پاک تو کیا پورے عالمِ اسلام میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ علم و فضل کا یہ عالم کہ اسرار و غوامض شریعت و طریقت ہر وقت ذہن میں مستحضر کسی سائل نے کوئی مسئلہ پوچھا نہیں کہ معلومات کا سمندر اُبلنے لگا چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی طرح حضرت مولانا کے مکتوبات جو کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور جو سب کے

---

۵ مولانا عبد الماجد صاحب مرحوم نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے۔ حضرت کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صاف تھا، حضرت کو حکومتِ وقت سے جو مخالفت تھی وہ اس کے ''کافرانہ'' ہونے کی بناء پر تھی نہ کہ اس کے بدیسی یا غیر ملکی ہونے کی بناء پر۔ (حاشیہ ص ۲۳ حکیم الامت مطبوعہ اعظم گڑھ)

سب بے ساختہ اور قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں علم وفضل اور حکمتِ ربانی کا گنجینہ ہیں علم شریعت وتصوف کے علاوہ تاریخ ،جغرافیہ اور بین الاقوامی سیاسیاتِ حاضرہ اور علی الخصوص مشرق وسطی کی سیاسیات پر بڑی گہری اور مبصرانہ نگاہ رکھتے تھے اور اس پر برابر غور وفکر کرتے رہتے تھے کلکتہ میں ناگاہ قبائل کا تذکرہ آ گیا تو مولانا نے ان قبائل کی تاریخ اور ان کی جغرافیائی پوزیشن پر اس قدر عالمانہ اور مبصرانہ تقریر کی کہ سننے والے حیران رہ گئے ۔عربی زبان خالص عربی لب ولہجہ میں بولتے اور گھنٹوں اس میں برجستہ تقریر کر سکتے تھے ۔ترکی زبان سے واقف اور مگھدی ز ن سے آشنا تھے اس زبان کے بعض گیت اور اشعار یاد تھے ۔سلوک ومعرفت میں یہ حال تھا کہ لاکھوں مسلمانوں نے تجلیۂ باطن کا فیض حاصل کیا اور رُوحانی مقامات طے کیے ۔(واقعات ص ۲۳۸ و ۲۳۹)

بدقسمتی سے مجھ کو حضرت کی صحبت ومجلس میں زیادہ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا ۔سال بھر میں دو ایک مرتبہ شرف ملاقات ونیاز حاصل ہو گیا تو ہو گیا اور وہ بھی چند منٹوں کے لیے لیکن ان مختصر لمحات میں بھی جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا ہے اگر اسی کو قلم بند کیا جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو سکتا ہے اور افسوس کہ اس وقت اس کی نہ فرصت ہے نہ دماغ ۔البتہ اس موقع پر صرف ایک واقعہ عرض کروں گا جو حضرت کی وفات سے صرف ایک ہفتہ پہلے کا ہے اور جس نے مجھ کو بے حد متاثر کیا :

۲۳ ؍نومبر ۱۹۵۷ء کو میں دیو بند پہنچا اور چند حضرات کی معیت میں دن کے گیارہ بجے حضرت کی مزاج پرسی کے لیے آپ کے مکان پر حاضر ہوا حضرت کئی ماہ سے علیل تھے اور جس روز میں پہنچا ہوں اس سے ایک ہفتہ پہلے سے طبیعت بہت ہی زیادہ خراب تھی ۔سات دن اور راتیں اس طرح گزر گئی تھیں کہ ایک لقمہ حلق سے نیچے نہیں اُترا تھا ،جو کچھ تناول فرماتے فوراً استفراغ کے ذریعہ معدے سے خارج ہو جاتا ۔ایک منٹ کے لیے پلک نہیں جھپکی تھی سونا تو بڑی بات ہے ۔سیدھی کمر کر کے لیٹنا تک میسر نہیں ہو سکا تھا کیونکہ لیٹنے سے حوالی قلب میں شدید قسم کا درد اُٹھنے لگتا تھا مسہری پر اِدھر اُدھر تکیے لگا دیے گئے تھے اور بس آپ انہیں کے سہارے ایک ہی وضع اور ایک ہی حالت میں بیٹھے رہتے تھے سوچنا چاہیے کہ ایک تراسی برس کا ضعیف العمر انسان جس کی ساری عمر جدوجہد وریاضت میں بسر ہوئی اور جس نے راحت وتن آسانی کا کبھی منہ بھی نہ دیکھا ہو اور اب وہ اس قدر شدید بیمار اور چند در چند امراض کا شکار ہو تو اُس کی اس وقت کیا حالت ہونی چاہیے لیکن بایں ہمہ جب مجھ کو زنان خانہ میں حضرت کے پاس پہنچایا گیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی میں نے

دیکھا کہ میرے سامنے بجائے کسی زار و نحیف مریض کے کوہ وقار و جلال بیٹھا ہوا تھا، نہ آہ تھی نہ کراہ۔ چہرے پر پژمردگی کے بجائے ایک خاص قسم کا جلال اور نور تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں نے سلام کیا اور مصافحہ کر کے سر جھکا کر خاموش بیٹھ گیا اس ڈر سے مزاج پرسی تک نہ کی کہ حضرت کو بولنے میں تکلیف ہوگی لیکن حضرت جن کو خدام کی دلجوئی کا اس عالم میں بھی ہر وقت خیال رہتا تھا کہاں چپ رہنے والے تھے فوراً ایک مزاحیہ فقرہ چست کر دیا۔ میں اس مرتبہ ایک مدت کے بعد دیوبند گیا تھا اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے نیم تبسم کے ساتھ فرمایا: اب تو آپ دیوبند کی سردیوں کو بھی بھول گئے ہوں گے۔

۲۵ر نومبر کی شام کو ۵ بجے کے قریب سہارنپور کے مشہور ڈاکٹر برکت علی صاحب نے حضرت کا بہت مفصل اور بڑی توجہ کے ساتھ معائنہ کیا۔ اور اس کے بعد مردانہ نشست گاہ میں آکر جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے علاوہ بیسیوں علماء اور خدام کے ساتھ میں بھی بیٹھا ہوا تھا ڈاکٹر صاحب موصوف نے بیان کیا کہ حضرت میں اب کچھ رہا نہیں بس چند روز کے مہمان ہیں اب صرف اپنی قوتِ ارادی کے سہارے زندہ ہیں اور یہ قوتِ ارادی اس غضب کی ہے کہ اسی کے ذریعہ مرض کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کسی پر اپنے اندرونی کرب کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ ڈاکٹر صاحب کی اس رپورٹ کے بعد شیخ الحدیث حضرت کی زیارت کے لیے زنان خانے میں جانے لگے تو پھر خاکسار بھی ساتھ ہولیا اندر پہنچ کر سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لیے حضرت کا دستِ اقدس ہاتھ میں لیا تو بس دل بیٹھ گیا جو ہاتھ کل تک کافی گرم تھے اس وقت برف کی طرح ٹھنڈے تھے اب حضرت رحمہ اللہ شیخ الحدیث کی طرف متوجہ ہو گئے اور چند منٹ تک ان سے کچھ فرماتے رہے جس کو موخر الذکر خاموشی کے ساتھ گردن جھکائے سنتے رہے کیا فرمایا؟ میں نے نہ اس کو سُنا اور نہ پاسِ ادب سے اس کو سُننے کی کوشش کی۔ اس کے بعد حضرت نے پوچھا: کیا آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ شیخ الحدیث نے جواب نفی میں دیا تو حضرت نے فرمایا: اچھا جائیے نماز پڑھیے۔ اب شیخ الحدیث کے ساتھ یہ خاکسار بھی باہر آ گیا۔ یہ بس زندگی میں حضرت کی آخری زیارت تھی۔ ان چند منٹوں میں قلب و دماغ نے جو کچھ محسوس کیا اس کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ (مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم۔اے)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مد ظلہم :

مولانا کا ایک بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں اور اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی بقاء وقیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی یہ وہ وقت تھا جبکہ بڑے بڑے کوہِ استقامت جنبش میں آگئے سب یہی سمجھتے تھے کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں دو چار ہی دور ایسے گزرے ہیں جب مسلمانوں اور اسلام کی بقاء کا سوال آ گیا ہے۔ ۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اسی نوعیت کا تھا اصل مسئلہ سہارنپور کے مسلمانوں کا تھا اور سارا دارومدار ان پر تھا یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یوپی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آجاتے سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ پر تھا اس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ دو صاحب عزم مجاہد بندے وہاں جمے رہے ایک رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیوبند میں۔ آپ کو معلوم ہوگا یہ رائے پور اور دیوبند مشرقی پنجاب کے ان اضلاع سے متصل ہیں جہاں کشت وخون کا ہنگامہ گرم تھا لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے اور انھوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا انہوں نے کہا کہ ''مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں ہے اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اگر فتوی کی ضرورت ہے تو ہم فتوی دینے کو تیار ہیں۔''

اس وقت جو ہندوستان میں اسلام اور مسلمان قائم ہیں یہ انہی بزرگوں کا احسان ہے۔ ہندوستان میں جو مسجدیں اس وقت قائم ہیں اور اُن میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی۔ یہ ان کا طفیل ہے ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں قائم ہیں اور جو فیوض وبرکات ان سے صادر ہو رہے اور ہوتے رہیں گے انہیں کے رہینِ منت ہوں گے اور ان سب کا ثواب ان کے اعمال نامہ میں لکھا جاتا رہے گا اس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سارے ملک کا دورہ بھی کیا ایمان آفریں اور ولولہ انگیز تقریریں کیں اور اپنے ذاتی اثر ورسوخ اپنی تقریروں اور خود اپنے طرز عمل سے مسلمانوں کو اس ملک میں رہنے، اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔

باب : ۴ قسط : ۲۶

فہمِ حدیث

☆

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

دوسرا نفخہ کب ہوگا :

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما بین النفختین اربعون .... ثم ینزل اللّٰہ من السماء ماء فینبتون کما ینبت البقل قال ولیس من الانسان شیء لا یبلی الا عظما واحدا وھو عجب الذنب ومنہ یرکب الخلق یوم القیامۃ. (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو نفخوں (یعنی پہلا نفخہ جس سے سب چیزیں فنا ہو جائیں گی اور دوسرا نفخہ جس سے سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے ان کے درمیان کی مدت چالیس ہے (اور دلائل سے معلوم ہوا کہ وہ چالیس سال ہیں)....... پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پھوار نازل فرمائیں گے (پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا) تو لوگ زمین سے اس طرح اُگیں گے جیسے سبزی اُگتی ہے اور انسان کے جسم میں کوئی جزء ایسا نہیں ہے جو بوسیدہ نہ ہو جاتا ہو سوائے ایک ہڈی کے جو کہ ریڑھ کی ہڈی کا بالکل نچلا سرا ہے (کہ اس کے خلیے کے اجزاء اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں اگرچہ مٹی میں مل جائیں) اور اسی ہڈی (کے کسی خلیہ یا اس کے کسی جزء) سے قیامت کے دن انسان کو بنایا جائیگا۔

قیامت کی زمین :

عن سہل بن سعدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یحشر الناس یوم القیامۃ علی ارض بیضاء عفراء کقرصۃ النقی لیس فیھا علم لاحد. (بخاری ومسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو سرخی

مولانا (مدنی ؒ) خاندانی یا ذاتی حیثیت سے کوئی رئیس و متمول شخص نہ تھے مگر اللہ نے ان کو بادشاہوں جیسا حوصلہ اور ظرف (خدا مجھے معاف کرے میں نے غلط کہا) بلکہ اہلِ اللہ اور نائبین انبیاء جیسا حوصلہ اور ظرف عطا فرمایا تھا ساری زندگی الید العلیاء خیر من الید السفلیٰ پر عمل رہا۔ وہ بہت کم دوسروں کے ممنون ہوئے اور انہوں نے ایک عالم کو ممنون کیا۔ ان کا مہمان خانہ ہندوستان کے وسیع ترین مہمان خانوں اور ان کا دسترخوان ہندوستان کے وسیع ترین دسترخوانوں میں تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا۔

ضمیمہ از الحاج حضرت محمود احمد صاحب عارف ؒ

خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ

جن دنوں حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کا وصال ہوا قطب ارشاد حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ العزیز ان دنوں صوفی عبدالمجید صاحب مرحوم کی کوٹھی واقع جیل روڈ (لاہور) قیام فرما تھے یہ ناچیز حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب اور محبی سیّد انور حسین صاحب نفیس رقم کے ساتھ ایک دن بوقت عصر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس مجلس میں حضرت نے کچھ اس طرح کلمات ارشاد فرمائے :

"اِدھر (پاکستان) آنے کے لیے جب میں رائپور سے سہارنپور پہنچا تو حضرت شیخ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ دیوبند سے ہو کر جانا چاہیے اس سے پہلے میرا ارادہ دیوبند جانے کا نہ تھا مگر اس اشارہ پر میں دیوبند پہنچا، دیوبند پہنچ کر جو میں نے حضرت (مدنی ؒ) کو دیکھا تو جی میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضرت سے عرض کروں کہ مجھے اپنے سلسلہ کی اجازت مرحمت فرمائیں مگر بعد میں اپنی حالت دیکھ کر شرم سی آئی یہ کہنے کی جراءت نہ کر سکا"۔

اس مجلس کے برخاست ہونے کے بعد حضرت مولانا حامد میاں صاحب حضرت محمود حسن صاحب بن حضرت منشی رحمت علی صاحب قدس سرہ العزیز و سیّد انور حسین صاحب نفیس رقم اس کوٹھی کے باہر برآمدہ میں نکل آئے تو مولانا حامد میاں صاحب نے اس ناچیز سے حضرت کے ان فرمودات کے بارے میں سوال کیا کہ تم اس سے کیا سمجھے ہو۔ راقم السطور نے عرض کیا کہ ہر دو حضرات کا کمال۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے فرمایا کیسے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کا کمال تو حضرت نے خود بیان فرما دیا کہ حضرت کو دیکھ کہ خواہش پیدا ہوئی کہ ان سے سلسلہ عالیہ کی اجازت حاصل کروں حضرت رائے پوری قدس سرہ العزیز کا کمال فنائیت بھی اس سے ثابت ہے (باقی صفحہ ۳۴)

مائل سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جیسا کہ کوئی بے چھنے آٹے کی روٹی ہوتی ہے (یعنی رنگت اور شکل میں زمین روٹی کی طرح ہوگی اور (بالکل چٹیل میدان ہوگی) اس میں کوئی عمارت نہ ہوگی۔

میدانِ حشر میں کیسے جمع ہوں گے :

عن عائشةؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول يحشر النّاس يوم القيامة حفاة عراة غرلا قلت يا رسول الله الرجال والنساء جميعا ينظر بعضهم الى بعض فقال يا عائشة الامر اشد من ان ينظر بعضهم الى بعض. (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس حال میں اُٹھایا جائیگا کہ ان کے پاؤں میں جوتی نہ ہوگی ان کے بدن پر لباس نہ ہوگا اور ان کا ختنہ ہوا نہ ہوگا (یعنی ختنہ کی کھال بھی لگی ہوگی۔ کہتی ہیں) میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا مرد اور عورتیں اس حال میں کہ سب اکٹھے ہوں گے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ قیامت کا معاملہ اس سے بہت زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی کسی دوسرے کی طرف دیکھے۔

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال اول من يكسى يوم القيامة ابراهيم. (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا (جس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ آگ میں ڈالنے سے پیشتر ان کے کپڑے اُتروالیے گئے تھے)۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ ....اول من يكسى من الجنة ابراهيم ..... ويؤتى بى فاكسى حلة من الجنة. (بيهقى. الاسماء والصفات)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..........سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا..........پھر مجھے لایا جائے گا اور مجھے جنت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔

عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ يحشر الناس على ثلاث طرائق راغبين راهبين واثنان على بعير وثلاثة على بعير واربعة على بعير و عشرة على بعير

وتحشربقيتهم النار تقيل معهم حيث قالوا وتبيت معهم حيث باتوا وتصبح معهم حيث اصبحوا و تمسى معهم حيث امسوا. (بخارى ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں کو تین اصناف میں جمع کیا جائے گا (ایک سوار ہوں گے، دوسرے پیادہ ہوں گے تیسرے چہروں کے بل چلنے والے ہوں گے ان میں سے جو سوار ہوں گے وہ) اس حال میں (ہوں گے) کہ (جنت میں) رغبت رکھنے والے (اور جنت کی امید کرنے والے) ہوں گے اور (جہنم سے) ڈرنے والے ہوں گے۔ (یہ سب اُونٹوں پر سوار ہوں گے اس حال میں کہ) بعض ایک اُونٹ پر دو ہوں گے اور بعض ایک اُونٹ پر تین ہوں گے اور بعض ایک اُونٹ پر چار چار ہوں گے اور بعض ایک اُونٹ پر دس دس سوار ہوں گے۔ (یہ فرق ان کے درجوں میں فرق کی وجہ سے ہوگا اونچے درجے والے سواری پر کم ہوں گے۔ باقی لوگوں کو (جو پیادہ ہوں گے یا چہروں کے بل چلیں گے) آگ جمع کرے گی (وہ ان کے پیچھے پیچھے چلے گی) جہاں لوگ آرام کریں گے وہیں وہ بھی ٹھہرے گی، جہاں لوگ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ہوگی جہاں لوگ صبح و شام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ہوگی (یعنی وہ آگ کہیں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی یہاں تک کہ لوگ میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے)۔

عن انسؓ ان رجلا قال یا نبی اللّٰہ کیف یحشر الکافر علٰی وجھہ یوم القیامۃ قال الیس الذی امشاہ علی الرجلین فی الدنیا قادر علٰی ان یمشیہ علٰی وجھہ یوم القیامۃ.(بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جب نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ یعنی وہ لوگ جن کو چہرے کے بل چلا کر جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا تو) ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے نبی قیامت کے دن کس طرح سے کافر کو اس کے چہرے کے بل (چلا کر) جمع کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کیا وہ ذات جس نے اس کو دنیا میں دو ٹانگوں پر چلایا اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ اس کو قیامت کے دن چہرے کے بل چلائے (یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ ہم نے ایک طریقہ دیکھا ہے تو وہ بھی اللہ کی قدرت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہر طرح کے طریقے ہیں)۔

قیامت کے دن کا منظر :

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من سرہ ان ینظر الی یوم القیامۃ کانہ رأی عین فلیقرء اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت. (احمد،ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات خوش کرے (یعنی جو یہ چاہے) کہ قیامت کا منظر وہ اس طرح دیکھے کہ گویا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ (قرآن پاک کی سورتیں) **اذا الشمس کورت** اور **اذا السماء انفطرت** اور **اذا السماء انشقت** پڑھے۔

عن المقدادؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول تدنو الشمس یوم القیامۃ من الخلق حتی تکون منھم کمقدار میل فیکون الناس علیٰ قدر اعمالھم فی العرق فمنھم من یکون الی کعبیہ ومنھم من یکون الی رکبتیہ ومنھم من یکون الی حقویہ ومنھم من یلجمھم العرق الجاما وأشار رسول اللہ ﷺ بیدہٖ الی فیہ. (مسلم)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے قیامت کے دن (نیا پیدا کیا گیا) سورج مخلوق سے بہت قریب ہوجائے گا یہاں تک کہ ان سے صرف ایک میل کے بقدر رہ جائے گا (جس سے مراد غالبًا دو ہزار گز ہیں) اور (اس کی گرمی سے) لوگ بقدر اپنے اعمال (بد) کے پسینہ پسینہ ہوجائیں گے (یعنی جس کے اعمال جتنے برے ہوں گے اسی قدر اس کو پسینہ زیادہ چھوٹے گا پس بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک آئے گا اور بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کا ان کے کولہوں کے اوپر تک (یعنی کمر تک) اور بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے منہ میں جا رہا ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے دکھایا (کہ ان کا پسینہ یہاں تک پہنچ رہا ہوگا اور ان کے منہ میں جا رہا ہوگا)۔

فائدہ : قیامت کے دن ہر ایک کا پسینہ صرف اسی کو گھیرے ہوئے ہوگا۔ ادھر ادھر بہے گا نہیں۔ اسی لیے ہر ایک کے پسینہ

کی سطح مختلف ہوگی۔

عن عائشةؓ انها ذکرت النار فبکت فقال رسول الله ﷺ مایبکیک قالت ذکرت النار فبکیت فهل تذکرون اهلیکم یوم القیامة ؟ فقال رسول الله ﷺ اما فی ثلثة مواطن فلا یذکر احدٌ احدا عند المیزان حتی یعلم ایخف میزانه ام یثقل وعند تطایر الصحف حتی یعلم این یقع کتابه افی یمینه ام فی شماله من وراءِ ظهره وعند الصراط اذا وضع بین ظهری جهنم. (ابو داوٗد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا تو رونے لگیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے رُلایا؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آئی اور اسی (کے خوف نے) مجھے رلایا ہے۔ کیا آپ قیامت کے (ہولناک) دن (میں) اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین جگہ تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا (اور کسی کی خبر نہیں لے گا) ایک وزنِ اعمال کے وقت جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا بھاری (میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ ہاں اس کے بعد دوسروں کا خیال ہو سکے گا) اور دوسرے اعمال ناموں کے ملنے کے وقت جب تک کہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا اعمال نامہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے آیا داہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں۔ اور تیسرے پل صراط پر جب کہ وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا (اور سب کو اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا (میرے گزرنے کے وقت بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ تین وقت ایسے نفسا نفسی کے ہوں گے کہ انبیاء سمیت ہر ایک اپنی ہی فکر میں ڈوبا ہوگا اور کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا)۔

فائدہ : جو شخص بادشاہ کے جبر و قدرت کا جتنا شناسا ہوتا ہے تو اگر چہ وہ کتنا ہی قریبی ہو اور امن کا وعدہ بھی ہو پھر بھی وہ بادشاہ کے جلال اور ہیبت سے لرزتا ہے کہ کہیں اپنی کسی کوتاہی سے گرفت نہ ہو جائے۔ (جاری ہے)

قسط : ۳، آخری

حفاظتِ دین

حضرت مولانا منیر احمد صاحب
جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

حقیقتِ فقہ :

جیسے قرآن کریم خاص الفاظ و معانی کے مجموعہ کا نام ہے اسی طرح حدیث میں بھی یہی دو چیزیں ہوتی ہیں الفاظِ حدیث اور معانی حدیث البتہ الفاظِ قرآن اور الفاظِ حدیث میں فرق ہے الفاظِ قرآن متعین ہے اس میں ذرہ برابر تبدیلی کفر ہے لیکن الفاظِ حدیث متعین نہیں ہوتے البتہ بات متعین ہوتی ہے۔

مضمون ایک ہی رہتا ہے البتہ اس کے ادا کرنے میں بعض دفعہ اصل الفاظ ہی باقی رکھے جاتے ہیں اور بعض دفعہ بدل جاتے ہیں اس تبدیلی الفاظ کا نام ہے ''روایت بالمعنی'' یعنی حدیث کے معنی کو اپنے الفاظ میں ادا کرنا۔ روایت باللفظ کم ہے، روایت بالمعنی زیادہ ہے لیکن روایت بالمعنی کے لیے شرط ہے کہ محدث حدیث کے معنی کو سمجھتا ہو ورنہ اس کے بغیر روایت بالمعنی جائز نہیں۔ قرآن وحدیث میں دوسرا فرق یہ ہے کہ قرآنی آیات کے لیے سند کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن اور آیاتِ قرآن تواتر سے ثابت ہیں اور تواتر اتنا بڑا ثبوت ہے اور کسی چیز کے ثبوت کی اتنی زبردست دلیل ہے کہ تواتر کے بعد اس کے ثبوت کے لیے سند کی ضرورت نہیں رہتی لیکن زیادہ تر احادیث اخبار احاد ہیں اس لیے ان کے ثبوت کے لیے سند اور تحقیقِ سند کی ضرورت ہوتی ہے جن رجال اور رواۃ کے واسطہ سے حدیث کا سلسلہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے اس سلسلہ رواۃ کا نام ''سند'' ہے اور جن الفاظ میں نبی پاک ﷺ کے قول وفعل کو بیان کیا جائے ان الفاظ کو ''متن حدیث'' کہا جاتا ہے اور اسناد حدیث و متون حدیث کے حفاظ و ماہرین کو ''محدثین'' کہا جاتا ہے اور ان الفاظ حدیث کی تہہ میں مسطور اصول وکلیات کی دریافت، پھر ان اصول وکلیات کے ذریعے قرآن وحدیث کے غیر واضح اور اشاراتی احکام ومسائل کے علم وادراک کی مہارت تامہ اور کامل دسترس کا نام ''فقہ'' ہے اور اللہ تعالیٰ جس خوش نصیب شخص کو اس کمال سے نواز دے جسے فقہی قوۃ وصلاحیت کا وافر حصہ عطا کردے اسے ''فقیہ'' کہا جاتا ہے۔ محض حدیث کی اسناد والفاظ کو یاد کر لینا اور ان الفاظ کا ترجمہ جان لینا اس کا نام فقہ وفقاہت نہیں چنانچہ خود نبی پاک ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے علم عطا کیا ہے اس کی مثال بارش کی طرح ہے اور جب بارش زمین پر برستی ہے تو ایک زمین کا وہ عمدہ واعلیٰ حصہ ہے جس نے پانی کو جذب کیا اور جذب کرکے انسانوں اور جانوروں کی خوراک کو اُگایا۔ دوسرا وہ قطعہ

ارض ہے جس نے پانی کو صرف جمع کیا جذب کر کے اُگایا کچھ نہیں تاہم لوگوں نے اس جمع شدہ پانی سے نفع اُٹھایا۔ تیسرا زمین کا وہ ٹکڑا ہے جس نے نہ پانی کو جمع کیا اور نہ جذب کر کے کچھ اُگایا۔ اول قسم کے بارے میں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا فذالک مثل من فقه فی دین اللّٰه ونفعه بما بعثنی اللّٰه به فعلم و علم (بخاری ج ا ص ۱۸) یہ اس آدمی کی مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دینی فقہ وفقاہت سے نوازا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس علم کو نافع بنادیا جس علم کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے سو اُس نے وہ علم سیکھا اور سکھایا۔ اور پانی کو جمع کرنے والا قطعہ ارض محدثین کی مثال ہے جنہوں نے بقاعدہ اسناد کے ساتھ حدیث رسول اللہ کو حفظ کیا اور حفظ کر کے اس کو محفوظ کر دیا۔ تیسری مثال اس شخص کی ہے جس نے علم نبوت کی طرف ذرا برابر بھی توجہ نہ کی۔ جب فقیہ نے بارش کے پانی کو جذب کرنے والے قطعہ ارض کی طرح علم نبوت کو اپنے اندر جذب کیا تو وہ مزاج شناسِ نبوت اور مزاج شناسِ شریعت بن گیا جس سے اس میں ایسا ذوق پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے فقہی ذوق کی وجہ سے منشاء الٰہی اور مراد نبوت کو سمجھنے کی صلاحیت واہلیت سے مالا مال ہو گیا۔ اسی لیے علامہ ابن تیمیہؒ مجموعہ فتاوی کے ایک مقام میں فرماتے ہیں کہ مجتہد کا فقہی ذوق بھی معتبر و حجت ہوتا ہے چنانچہ مجتہد فہم حدیث کے ذوق اور اپنے عمیق علم کی قوت سے الفاظ نبوت کے ظاہر سے گزر کر اس کے باطن میں اتر کر حدیث کی تہہ میں مستور اصول و کلیات، احکام ومسائل اور علوم نبوت کے آبدار موتی تلاش کر کے غیر مجتہد علماء وعوام کی دینی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اولاً وہ حدیث کو سمجھتا ہے پھر سمجھاتا ہے۔ پہلے سیکھتا ہے پھر سکھاتا ہے۔ وہ اپنے فقہی ذوق، قوت استدلال اور اجتہادی صلاحیت کی بدولت دستِ قدرت اور دستِ نبوت سے علمِ نبوت کے جواہر لیتا ہے پھر بڑی فیاضی کے ساتھ اہلِ ضرورت یعنی غیر مجتہد لوگوں کو دیتا ہے یہ ہے فَعَلِمَ وَ عَلَّمَ اسی لیے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں الفقهاء هم اعلم بمعانی الحدیث فقہاء حدیث کے معنی کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ یہ حقائق ہیں اور حقائق واقعات سے واضح ہوتے ہیں اس لیے فقہ کی حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لیے چند واقعات آپ کے گوش گزار کرنا مناسب ہے :

(ا) ایک مجلس میں یحیی بن معین، زہیر بن الحارث، خلف بن صالح اور ان کے علاوہ حفاظ حدیث یعنی محدثین کی ایک عظیم جماعت جمع تھی اور باہمی احادیث مبارکہ کا مذاکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت نے آکر ایک شرعی مسئلہ دریافت کیا۔ کیا حائضہ عورت بحالت حیض مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے؟ مگر سب محدثین خاموش ہیں کوئی بھی اس کا جواب نہ دے سکا اسی اثناء میں اتفاقاً فقیہ ابوثور تشریف لائے محدثین حضرات نے اس عورت کو کہا آپ ابوثور سے مسئلہ پوچھ لیجیے اس عورت نے ابوثور کے سامنے مسئلہ پیش کیا انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ ہاں حائضہ عورت اپنی اس حالت میں مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ سے حدیث ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا اے عائشہ میری مانگ نکال انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ! میں حیض کی حالت میں ہوں۔ سرورکائنات ﷺ نے فرمایا حیض تیرے

ہاتھوں میں نہیں سو حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بحالت حیض نبی پاک ﷺ کے سر مبارک میں مانگ نکالی۔ ابو ثور نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جب حیض والی عورت زندہ آدمی کے سر میں مانگ نکال سکتی ہے تو مردہ عورت کو بطریق اولیٰ غسل دے سکتی ہے۔ یہ سنتے ہی محدثین حضرات نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو رواں دواں پڑھنا شروع کر دیا اس عورت نے یہ منظر دیکھ کر کہا این کنتم الی الآن اب تک تم کہاں تھے یعنی جب میں نے مسئلہ پوچھا تھا اس وقت تم کیوں چپ رہے؟ اس وقت تو جواب نہ دے سکے اب اسناد وُہرا رہے ہو۔ (فتاوٰی حدیثیہ لابن حجر ہیتمی شافعی ص ۳۷۴)

(۲) ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے استاذ حدیث، استاذ المحدثین حضرت سلیمان الاعمش نے حج کا ارادہ کیا جب وہ حیرہ تک پہنچے تو علی بن مشہد سے کہا ابو حنیفہ کے پاس جاؤ ان سے احکام حج لکھوا کر لے آؤ۔ (فتاوٰی حدیثیہ لابن حجر ہیتمی شافعی ص ۳۷۴)

(۳) محمد بن شجاع کہتے ہیں فضل بن عطیہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس تشریف فرما تھے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے پوچھا آپ کا بیٹا محمد بن فضل کیا کرتا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت وہ محدثین کے گرد گھومتا رہتا ہے اور ان سے حدیثیں لکھتا ہے آپ نے فرمایا ذرا اپنے بیٹے کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں دیکھوں وہ کیا کر رہا ہے؟ فضل بن عطیہ اپنے بیٹے کو لے آئے امام ابو حنیفہؒ نے اس پہ بہت شفقت کی اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا اے محمد! آپ کن لوگوں سے علم حاصل کر رہے ہیں؟ اور کن سے لکھ رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا فلاں فلاں سے اس کے پاس ایک کتاب بھی تھی آپ نے وہ کتاب لی اور دیکھا تو شروع میں یہ حدیث لکھی ہوئی تھی نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنَّ وَلَدَ الزِّنَا شَرُّ الثَّلٰثَةِ زنا سے پیدا شدہ لڑکا تین میں سے (یعنی زانی مزنیہ۔ لڑکا میں سے) زیادہ برا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا اے محمد! اس کا معنی کیا ہے؟ اس نے کہا اس کا معنی وہی ہے جو صاف لفظوں میں نظر آ رہا ہے کہ حرامی بچہ اپنے ماں باپ یعنی زانی و مزنیہ سے زیادہ برا ہے آپ نے فرمایا اے محمد آپ نے نبی پاک ﷺ کی طرف ایک ناجائز بات کی نسبت کی ہے کیونکہ گناہ زانی اور مزنیہ عورت کا ہے مگر اس کا وبال ولد الزنا پر ڈال دیا گیا ہے۔ یہ کتاب و سنت کے خلاف ہے اور ظلم ہے آپ نے اس پر سیلِ رواں کی طرح فوراً تیرہ آیات پڑھ دیں:

(۱) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ہر آدمی اپنے کیے ہوئے کاموں میں پھنسا ہوا ہے۔

(۲) لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا تاکہ وہ بدلہ دے ان لوگوں نے جنہوں نے برے کام کیے۔

(۳) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے سعی کی۔

(۴) وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور تمہیں صرف انہی کاموں کی جزا دی جائے گی جو تم کرتے تھے۔

(۵) وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَایَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا اور وہ اپنے کیے ہوئے کاموں کو حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

(۶) وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

(۷) وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

(۸) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ بے شک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

(۹) وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا اور ہم قیامت کے روز انصاف کرنے کے لیے ترازو رکھیں گے سو کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

(۱۰) وَمَا ظَلَمْنَاھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے نفسوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔

(۱۱) لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ اس کے لیے وہی نیکی سودمند ہے جو اس نے کی اور اس کے لیے نقصان دہ وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔

(۱۲) اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَھَا اگر نیکی کروگے تو وہ اپنے لیے ہی کروگے اور اگر برائی کروگے تو وہ بھی اپنے لیے۔

(۱۳) وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور ایک نفس دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

یہ آیات پڑھ کر ان سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا پس جو یہ کہتا ہے کہ ولد الزنا تین میں سے بدترین ہے اور اس نے قرآن کی مخالفت کی اور غیر کے گناہ کی وجہ سے عذاب لازم کیا سو اس نے ظلم و ستم کیا۔ فضل بن عطیہ نے کہا ابوحنیفہ آپ پر اللہ کی رحمت سایہ فگن ہو آپ ہی فرمایئے اس کا معنی کیا ہے؟ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا یہ قانون نہیں بلکہ ایک خاص ولد الزنا لڑکے کی حالت بتائی گئی ہے جس کے ماں باپ نے بدکاری کی مگر چوری قتل وغیرہ نہیں کرتے تھے اور ان کا حرامی بچہ زنا بھی کرتا تھا اور چوری قتل کفر وغیرہ دوسرے گناہ بھی کرتا تھا اس خاص ولد الزنا کے بارے میں فرمایا کہ یہ ولد الزنا تین میں سے زیادہ برا ہے کیونکہ اس کے والدین نے صرف زنا کیا اس نے زنا کے علاوہ کفر و شرک وغیرہ دوسرے گناہ بھی کیے اور کفر و شرک زنا سے بدتر ہے اس وجہ سے کہا گیا شر الثلثہ۔ فضل بن عطیہ یہ سن کر جھوم اُٹھے اور فرمایا ھٰذا ھُوَ الْعِلْمُ یہ ہے علم اور اپنے بیٹے محمد سے مخاطب ہو کر کہا سن لیا؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا یَا مُحَمَّدُ مَنْ طَلَبَ الْحَدِیْثَ وَلَمْ تَطْلُبْ تَفْسِیْرَہٗ وَ مَعْنَاہُ ضَاعَ سَعْیُہٗ وَ صَارَ ذَالِکَ وَبَالًا عَلَیْہِ فَکَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بَعْدَ ذَالِکَ یُکْثِرُ الْاِخْتِلَافَ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ (مناقب موفق ص ۱۶۰ ج ۲) اے جس نے حدیث طلب کی اور اس کی تفسیر و

معنی طلب نہ کیا اس نے اپنی محنت کو ضائع کیا بلکہ بغیر سمجھے طلب حدیث اس کے لیے وبال ثابت ہوگا اس کے بعد محمد بن فضل بکثرت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آمد ورفت رکھتے تھے۔

(۴) محمد بن یزید کہتے ہیں میں استاذ المحدثین محدث عامر کے خدمت میں حاضری دیتا رہتا تھا ایک دن عامر نے پوچھا کیا آپ نے ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں تو احادیث رسول اللہ ﷺ کا طالب ہوں میں ابوحنیفہ کی کتابوں کا کیا کروں گا؟ محدث عامر نے کہا طَلَبْتُ الْآثَارَ سَبْعِیْنَ سَنَةً فَلَمْ اُحْسِنِ الْاِسْتِنْجَاءَ حَتّٰی نَظَرْتُ فِیْ کُتُبِهٖ (مناقب موفق ص ۱۰۵ ج ۱) ۔میں ستر (۷۰) سال حدیث کی طلب میں رہا ہوں مگر جب تک میں نے ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا مجھے اچھی طرح استنجاء کا طریقہ بھی نہیں آیا۔

(۵) محمد بن سعدان کا بیان ہے میں یزید بن ھارون کے پاس تھا اور ان کے پاس اس وقت عظیم محدث فنِ جرح وتعدیل کے امام یحیی بن معین علی بن المدینی، احمد بن حنبل، زھرین حرب اور ان کے علاوہ کچھ دیگر محدثین حضرات بھی موجود تھے کہ ایک مستفتی آیا اس نے مسئلہ پوچھا یزید بن ھارون نے فرمایا اِذْهَبْ اِلٰی اَھْلِ الْعِلْمِ (اہلِ علم کے پاس جا) علی بن المدینی نے عرض کیا حضرت آپ کے پاس اتنے بڑے بڑے محدثین حضرات موجود ہیں کیا وہ اہلِ علم نہیں؟ یزید بن ھارون نے جواب دیا اہلِ علم تو ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور رائے محدثین تم محض پنساری ہو (یعنی محدثین کے پاس حدیث کے اسناد و الفاظ کا سٹاک ہے مگر ان کا علم وفہم شاگردانِ ابوحنیفہ یعنی فقہاء کے پاس ہے)۔(مناقب کردری ص ۱۰۱ ج ۱)

(۶) عبداللہ بن ابی لبید کہتے ہیں ہم یزید بن ھارون کے پاس تھے حضرت مغیرہ نے کہا عن ابراہیم کہ ابراہیم نخعی سے اتنا ہی کہا تھا اور ان کا قول ابھی نقل نہیں کیا تھا کہ ایک آدمی بول پڑا اس نے کہا ہمارے سامنے فقط نبی پاک ﷺ کی احادیثِ مبارکہ بیان کیجیے! یہ سنتے ہی یزید بن ھارونؒ نے کہا یَا اَحْمَقُ ھٰذَا تَفْسِیْرُ قَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمَا تَصْنَعُ بِالْحَدِیْثِ اِذَا لَمْ تَفْهَمْ مَعْنَاهُ اے احمق ابراھیم نخعی کا یہ قول نبی پاک ﷺ کی تفسیر ہے اور جب تو نے حدیث کا معنی نہیں سمجھا تو صرف الفاظ حدیث کو کیا کرے گا؟ لیکن تمہارا ارادہ محض حدیث سننے تک محدود ہے اور اگر تمہارا ارادہ حدیث کے علم وفہم کی طرف ہوتا تو ضرور ابوحنیفہ کی کتابوں کا اور ان کے اقوال کا مطالعہ کرتے پھر اس آدمی کو ڈانٹ کر اپنی مجلس سے نکال دیا۔(مناقب کردری ص ۱۰۱ ج ۱)

(۷) علی بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے (امام بخاری کے استاذ) وکیع بن الجراح سے سنا انہوں نے فرمایا اے قوم محدثین تم حدیث طلب کرتے ہو اور اس کی تفسیر و معنی طلب نہیں کرتے؟ اسی میں تم اپنی عمر اور اپنا دین ضائع کردو گے وَدِدْتُ اَنْ یَّجْتَمِعَ لِیْ عُشْرُ فِقْهِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ میری آرزو یہ ہے کہ اے کاش مجھے ابوحنیفہ کی فقہ کا دسواں

حصہ مل جاتا۔ (مناقب کردری ص ۹۷ ج ۱)

(۸) محمد بن طریف راوی ہیں کہ ہم وکیع کے پاس تھے انہوں نے کہا یَا اَیُّهَا النَّاسُ لَا یَنْفَعُکُمْ سِمَاعُ الْحَدِیْثِ بِلَا فِقْهٍ وَلَا تَفْقَهُوْنَ حَتّٰی تُجَالِسُوْا اَصْحَابَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فَیُفَسِّرُوْا لَکُمْ اَقَاوِیْلَهٗ اے لوگو! فقہ کے بغیر محض حدیث کا سننا تمہیں نفع نہیں دے گا اور حدیث کی فقہ تمہیں تب حاصل ہوگی کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں کی صحبت میں بیٹھو پھر وہ تمہارے سامنے ابوحنیفہ کے اقوال کی تفسیر وتشریح کریں۔ (مناقب کردری ص ۹۷ ج ۱)

نتائج :

مذکورہ بالا حدیث نبوی، اقوال محدثین اور واقعات میں غور کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج واضح طور پر سامنے آتے ہیں :

(۱) ماہرین حدیث کی دو قسمیں ہیں نمبر۱ اسناد حدیث اور متون حدیث کے حفاظ ان کو ''محدثین، اہل الحدیث اور اصحاب الحدیث'' کہا جاتا ہے۔ نمبر۲ مسائلِ حدیث اور معانی حدیث کے ماہرین ان کو ''فقہا'' کہا جاتا ہے۔

(۲) محدثین کا کام فقط اسناد کے ساتھ متون حدیث کو محفوظ کرنا ہے پانی کو جمع کرنے والے قطعہ ارض کی طرح استنباط احکام ومسائل ان کا کام نہیں جبکہ پانی کو جذب کر کے پھل پھول گھاس ودانہ اُگانے والے قطعہ ارض کی طرح فقہا کا کام متون حدیث سے احکام ومسائل کا استنباط واستخراج ہے۔

(۳) اسناد حدیث اور الفاظ حدیث کو یاد کرنا اور ان کو یاد کر کے محفوظ رکھنا ایک فن ہے علم نہیں اور اگر اس کو علم کہا جاتا ہے تو مجازاً، دراصل الفاظ حدیث کے پردہ میں اور الفاظ حدیث کی تہہ میں ہزاروں احکام ومسائل اور ان احکام ومسائل کے اصول وکلیات کا علم مستور ہے یعنی علم الفقہ پس حفظ حدیث علم نہیں ذریعہ علم ہے اس لیے مجازاً حدیث کو بھی علم کہہ دیا جاتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ الفاظ قرآن علوم قرآن کا ذریعہ ہیں خود علم نہیں جیسے الفاظ قرآن کے حفظ کرنے والے کو ''حافظ وقاری'' کہا جاتا ہے عالم قرآن نہیں کہا جاتا عالمِ قرآن اسی کو کہا جاتا ہے جو علومِ قرآن کو جاننے والا ہو اسی طرح محض حدیث کی اسناد ومتون کو حفظ کرنے والے حضرات کو ''حفاظِ حدیث، محدثین، اہل الحدیث، اصحاب الحدیث، شیوخ حدیث'' کہا جاتا ہے علماء نہیں کہا جاتا اور جو حضرات احادیث کے احکام ومسائل کو جانتے ہوں اور جاننے کی مہارت تامہ رکھتے ہوں انہی کو ''علماء وفقہا'' کہا جاتا ہے۔

(۴) احکام دین جاننے اور احکام دین پر عمل کرنے کا دارومدار فقہ پر ہے محض حدیث اور حفظ حدیث پر نہیں۔

(۵) ہر فقیہ محدث ہوتا ہے تب ہی تو وہ احادیث سے احکام مستنبط کرتے ہیں اگر ان کو احادیث حفظ نہیں تھیں

تو انھوں نے احادیث سے ہزاروں احکام کا استنباط واستخراج کیسے کیا؟ لیکن ہر محدث فقیہ نہیں ہوتا۔

(۶) خود محدثین بھی اپنی حفظ کردہ احادیث پر عمل کرنے میں فقہاء میں سے کسی نہ کسی مجتہد فقیہ پر اعتماد کرتے تھے اعتماد کرکے اس کی رہبری و رہنمائی میں احادیث پر عمل کرتے تھے اسی لیے آئمہ اربعہ کے بعد ایک محدث بھی ایسا نہیں دکھایا جاسکتا جو ان چار آئمہ میں سے کسی کا مقلد نہ ہو۔ مشہور محدثین میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ، امام نوویؒ، امام بیہقیؒ امام جلال الدین سیوطیؒ شافعی ہیں۔ حافظ بدر الدین عینیؒ، ملا علی قاریؒ، امام زیلعیؒ، امام ابن ہمامؒ حنفی ہیں۔ امام ابن عبد البر ابن بطال، علامہ ابن مرزوق، محدث ابن عربی شارح ترمذی مالکی ہیں۔ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، حافظ ابن رجب، شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب حنبلی ہیں۔ آئمہ حرمین شریفین بھی حنبلی ہیں۔

(۷) اجلہ محدثین کو احکام و مسائل کی تحقیق یعنی فقہ میں امام ابو حنیفہ ان کے تلامذہ اور ان کی کتب پر پورا اعتماد تھا

(۸) اکابر محدثین امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ سے فقہ حاصل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

(۹) فقہاء کے اقوال احادیث رسول اللہ ﷺ کی تفسیر و تشریح ہیں لہٰذا تشریح حدیث اور فہم حدیث کے لیے فقہاء کے اقوال کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱۰) جو شخص فقہاء کے اقوال کا منکر ہے وہ حقیقت میں منکرِ حدیث ہے یعنی حدیث کے صرف لفظ مان رہا ہے مگر اس کی معنویت کا منکر ہے۔

(۱۱) امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کی فقہی کتب اکابر محدثین کے نزدیک حدیث کی تفسیر و تشریح ہیں۔

(۱۲) جو شخص فقہاء کے اقوال سے اعراض و نفرت کرکے محض حدیث سنانے کا مطالبہ کرے وہ اکابر محدثین کے نزدیک اہلِ حدیث نہیں بلکہ پرلے درجہ کا احمق و بیوقوف ہے وہ اہلِ حدیث نہیں بلکہ اہلِ حدیث حضرات کی نظر میں مبغوض ترین آدمی ہے۔

(۱۳) جو شخص حدیث کی آڑ میں اقوال فقہاء سے اعراض کرے کتب فقہ کا انکار کرے، فقہاء کے اقوال اور ان کی فقہی کتب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اگر اس کو مجلس (مدرسہ، مسجد) سے نکال دیا جائے تو یہ کارروائی اکابر محدثین کے طریقے کے عین مطابق ہے۔

خلاصہ بحث :

محدثین عظام نے احادیث نبویہ کو محفوظ کیا جبکہ فقہاء کرام نے خداداد فقہی صلاحیت کی بدولت فقہ کی صورت میں احادیث نبویہ کی تشریح کرکے علوم نبوت کو نکھارا اور مسلمانوں کی احکام و مسائل کے حوالہ سے دینی ضرورتوں کو پورا کیا

پس فقہ احادیث رسول اللہ ﷺ کی تشریح ہے اور حدیث قرآن کریم کے معانی و مطالب کی تفسیر ہے فقہ حدیث رسول اللہ کی محافظ ہے اور حدیث قرآن کی محافظ ہے جب تک حدیث کے ارد گرد فقہ کے تار کی باڑ لگی ہوئی ہے تب تک کوئی دین دشمن حدیث میں تحریف کر کے دین کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر کوئی منافق منافقانہ طریقہ سے اس کی جرأت کرے گا تو فقہ کا حدیث کے ارد گرد لگا ہوا ریڈار اس کی منافقت کو ظاہر کر دے گا اس کی مکاری و عیاری اس کی دھوکہ بازی اور چال بازی آگے چل نہ سکے گی اور جب حدیث محفوظ ہوگی تو حدیث کے پہرہ میں قرآن بھی تحریف قرآن کے شر و فتنہ سے محفوظ رہے گا اور جب فقہ حدیث اور قرآن تینوں محفوظ تو پورا دین محفوظ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حفاظتِ دین کے ان اسباب و ذرائع کی پوری پوری حفاظت فرمائیں آمین ثم آمین۔

بقیہ : مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

کہ اپنی حالت دیکھ کر کچھ شرم سی آئی یہ کہنے کی جراءت نہ کر سکا۔ اللہ اللہ! ایسا شیخِ وقت جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کی گردنیں جھکتی تھیں وہ فنائیت کے کس مرتبے پر تھا۔

انہی دنوں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی دام ظلہم کا ایک گرامی نامہ بسلسلہ تعزیت حضرت رائپوری قدس سرہ کے نام آیا جس میں کچھ اس طرح کے الفاظ درج تھے :

''یہ ناکارہ حضرت کے نہلانے، کفنانے اور دفنانے میں اول تا آخر شریک رہا انوار کا اس قدر ہجوم تھا کہ کفن اور چہرہ ہمرنگ تھے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔''

ان جملوں کے سننے کے بعد احقر کی زبان پر یہ شعر بار بار آیا۔

نشان مرد مؤمن با تو گویم چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

کتبہٗ محمود احمد عارف ہوشیار پوری

(جاری ہے)

جناب سید سلمان گیلانی

والدین! رب کی رحمت

اپنی خِلقت پہ کر غور، اِنساں ذرا
ننھے ننھے سے تھے تب ترے دست و پا
کتنی کمزور و لاغر سی جاں تھی تری
دُودھ دو سال اُس نے پلایا تجھے
کب پتہ تھا تجھے ہنسنے رونے کا بھی
دُودھ دینا تجھے بھولتی وہ اگر
تُو جو رویا تو ماں ساتھ روئی ترے
اپنا سُکھ، چین تجھ پر لُٹاتی رہی
تیری جانب رہے تاکہ اُس کی نظر
اللہ اللہ کی لوری وہ گاتی ہوئی
ہاتھ تیری کمر پر دَھرے سوگئی
تو نے ہلکی سی اُوں آں ہی کی تھی ابھی
گِر نہ جائے تو کروٹ بدلتے ہوئے
تو جو سردی میں بستر بھگوتا کبھی
گود میں لے کے پھر وہ سُلاتی تجھے
تجھ کو بیماری بچپن میں جب بھی لگی
ماں سے سیکھا تھا جو بولنے لگ گیا
جب تک اسکول سے گھر تو آتا نہ تھا
کھیل کر شام کو جب تو آتا نہ گھر
باپ نے اپنا خونِ جگر بیچ کر
رات دن کر کے محنت پڑھایا تجھے

اِس حقیقت سے کیا تو نہیں آشنا
ماں کے سینے سے لگ کے تھا سویا ہوا
کانُم کرتی تھی تیرے جو ماں تھی تری
سردی گرمی سے اُس نے بچایا تجھے
کب تجھے ہوش تھا اپنے ہونے کا بھی
رو کے تُو ماں کو دیتا تھا اس کی خبر
پیار کے جو نشے میں تھی کھوئی ترے
جاگ کر خود، تجھے وہ سُلاتی رہی
اک ہی کروٹ پہ وہ لیٹتی رات بھر
ہَولے ہَولے کمر تھپتھپاتی ہوئی
تجھ سے پہلے ہی بیدار پھر ہوگئی
چُپ کرانے تجھے وہ تڑپ کر اُٹھی
تکیے رکھتی تھی دو دائیں بائیں ترے
ہو کے بے چین ٹھنڈک سے روتا کبھی
گرم بستر پہ اپنے لِٹاتی تجھے
تو وہ تجھ کو نہیں تھی اُسے تھی لگی
پھر تو چلنے لگا دوڑنے لگ گیا
ماں کا بے چین دِل چین پاتا نہ تھا
گھر کے در پر ہی رہتی تھی اُس کی نظر
خرچ تجھ پر کیا اپنا گھر بیچ کر
کاٹ کر پیٹ اپنا کھلایا تجھے

ساتھ ماں باپ کی تھی دُعا دم بہ دم
تان کر سینہ چلتا تھا تو اس طرح
اپنی قوت پہ تجھ کو بڑا ناز تھا
مان اپنی جوانی پہ کرنے لگا
گوری رنگت تھی زُلفیں تھی کالی گھنی
اُس کی چاہت میں تُو گم ہُوا اس قدر
ہوٹلوں پر تُو کھانے کھلانے لگا
باپ نے جو بچا کر تھا رکھا ہوا
آج جب وہ نحیف اور لاچار ہیں
جن کے حصے کی کھاتا رہا بوٹیاں
ترا ایمان ایسا بگڑنے لگا
ایک دن ماں نے اِتنا کہا اے پسر
اب ترے بن کوئی بھی ہمارا نہیں
کیسے تُو نے پلٹ کر یہ ماں سے کہا
میری نظروں سے اب جلد ہو جاؤ گم
تری اس بات پر وہ پریشان ہوئے
دن دکھایا یہ اکلوتی اولاد نے
پڑکے پاؤں میں بولے کہاں جائیں گے
تجھ پہ رعب اپنی بیگم کا تھا اس قدر
روتے روتے وہ رخصت جو ہونے لگے
سُن کے فریاد اُن کی گیا عرش ہل
کی خدا سے اُنہوں نے جو رورو دُعا
غم کے بادل جو اُمڈے تھے وہ چھٹ گئے
جی لیا جس قدر اُن کی قسمت ہوئی

پھر جوانی کے زینے پہ رکھا قدم
پھاڑ ڈالے گا تو یہ زمیں جس طرح
جیسے چڑیاں تھیں سب اور تُو شہباز تھا
اک پَری شکل لڑکی پہ مرنے لگا
وہ پَری شکل پھر تیری دُلہن بنی
لی نہ پھر اپنے ماں باپ کی کچھ خبر
روز شاپنگ پہ لے کے تو جانے لگا
تُو نے عیاشیوں میں دِیا سب گنوا
تجھ سے دو روٹیوں کے طلب گار ہیں
تجھ کو مشکل ہیں آج اُن کی دو روٹیاں
وقت بے وقت اُن سے تُو لڑنے لگا
یُوں بڑھاپے میں مت پھیر ہم سے نظر
جُز ترے اب کوئی بھی سہارا نہیں
مجھ میں بالکل نہیں حوصلہ اب رہا
جاؤ باہر کہیں جا کے مر جاؤ تم
جل کے راکھ آج سب اُن کے ارماں ہوئے
کام کچھ نہ کیا اُن کی فریاد نے
ہم جہاں جائیں گے ٹھوکریں کھائیں گے
اُن کی فریاد تجھ پر گئی بے اثر
گھر کے دیوار و در ساتھ رونے لگے
رحم آیا نہ تجھ کو مگر سنگ دِل
اک خدا ترس نے آسرا دے دیا
زندگی کے تھے دو چار دن کٹ گئے
باپ بھی چل دیا ماں بھی رخصت ہوئی

مرتے مرتے تجھے یاد کرتے رہے
دم وہ تیری محبت کا بھرتے رہے

تیرے حق میں دُعائیں وہ کرتے گئے
دِن تری زندگی کے گزرتے گئے

اب ذرا حال اپنے یہ کر تو نظر
کس قدر ہے بڑھاپے کا تجھ پر اثر

ملنا جلنا بھی اب تجھ کو دشوار ہے
تری خدمت سے ہر شخص بیزار ہے

بیٹھ کر دُکھ کوئی اب بٹاتا نہیں
سیدھے منہ کوئی تجھ کو بلاتا نہیں

تری بیوی کی حالت بھی ایسی ہی ہے
تجھ سے بہتر نہیں تیرے جیسی ہی ہے

دونوں مفلوج ومحتاج ومجبور ہو
خود کمانے سے کھانے سے معذور ہو

اپنی تقدیر پر اب جو روتے ہو تم
ہار اَشکوں کے بیٹھے پروتے ہو تم

کب یہ سوچا تھا آئیں گے دن یہ کڑے
نوکروں کے کواٹر میں ہو اب پڑے

والدین اب تمھیں یاد آنے لگے
اُن کے چہرے نگاہوں میں چھانے لگے

لاکھ اَب تم کرو بیٹھے آہ وفغاں
باپ آئے گا اُٹھ کر، نہ آئے گی ماں

رو رہے ہو خطاؤں پہ اپنی جو، اب
موت کرنے لگے ہو خدا سے طلب

موت بھی تو مگر اپنے بس میں نہیں
چین کیسے ملے دَسترَس میں نہیں

زِیست تم کو ابھی اور تڑپائے گی
پیش روز اِک مصیبت نئی آئے گی

تم نے اللہ کا فرماں بُھلایا تھا کیوں
اپنے ماں باپ کا دل دُکھایا تھا کیوں

جن کے بارے میں ہے اُن کو اُف مت کہو
سامنے اُن کے تم عاجزی سے رہو

اس ضعیفی میں اُن کو پریشان کیا
کیوں فراموش یوں حکم قرآں کیا

پہلے دنیا میں بُھگتو اَب اس کی سزا
پھر جہنم میں پھینکے گا تم کو خدا

ہاں یہ ممکن ہے توبہ خدا سے کرو
اُن کے حق میں دُعا گڑگڑا کے کرو

صدقہ خیرات دو، نفل بھی کچھ پڑھو
پھر ثواب اپنے ماں باپ کو بخش دو

راضی ہوں گے جو وہ، راضی ہوگا خدا
کیونکہ اُن کی رضا میں ہے اُس کی رضا

سچ ہے ماں باپ سے جو محبت کرے
اُن کے احکام کی جو اطاعت کرے

کر کے خدمت جو ماں باپ کی لے دُعا
لے گا جنت، وہ اللہ سے، اِس کا صِلہ

رب کی رحمت تُو سلمان چاہے اگر
لگ جا خدمت میں اُن کی تو شام وسحر

آپ کے دینی مسائل

☆

﴿ اذان اور اقامت کا بیان ﴾

نومولود بچے کے کان میں اذان واقامت :

جب بچہ پیدا ہوتو نہلانے کے بعد بچہ کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھا کر اور قبلہ رُخ ہو کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ **حی علی الصلوہ** پر اپنا چہرہ دائیں طرف کو اور **حی علی الفلاح** پر اپنا چہرہ بائیں طرف کو موڑ لے۔

مسئلہ : بعض اوقات کسی وجہ سے نومولود کو جلدی نہیں نہلاتے۔ اس کی وجہ سے اذان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ بچے کو کپڑے سے صاف کر کے اذان کہی جاسکتی ہے۔

مسئلہ : اگر غفلت یا لاعلمی سے کچھ دن گزر گئے تب بھی جب معلوم ہو اذان کہی جائے۔

نماز کے علاوہ جن موقعوں پر اذان کہنا مستحب ہے :

(۱) جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔

(۲) رنج وغم میں مبتلا شخص کے کان میں

(۳) مرگی کے مریض کے کان میں

(۴) جو شخص غصہ وغضب کی حالت میں ہو اس کے کان میں

(۵) بدمزاج انسان یا جانور کے کان میں

(۶) اہلِ باطل کے ساتھ لڑائی کی شدت کے وقت

(۷) آتش زدگی کے وقت

(۸) جہاں آسیب یعنی جن کا اثر ہو اور وہ تکلیف دیتا ہو

(۹) جب مسافر جنگل میں رستہ بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو

ان مواقع کے علاوہ اور موقعوں پر اذان کہنا مکروہ ہے مثلاً

(۱) دفن کرتے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا

(۲) بارش کے تسلسل کے وقت

اذان کے بعد کی دُعاء میں ہاتھ اُٹھانا :

دُعاء کی تین صورتیں ہیں :

(۱) کسی خاص وقت یا کام سے متعلق دُعا ہو مثلاً وضو کے بعد، مسجد میں آتے جاتے وقت، بیت الخلاء میں آتے جاتے وقت، سواری پر چڑھتے اُترتے وقت، بازار میں داخل ہونے کے وقت اور آئینہ دیکھتے وقت وغیرہ۔ ان موقعوں پر ہاتھ اُٹھانا وارد نہیں ہے کیونکہ یہ دُعائیں چلتے پھرتے اور اپنا کام کاج کرتے ہوئے آدمی کہتا ہے۔ اسی طرح بیوی سے پہلے خلوت میں وارد ہے کہ اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر منقول دُعاء کہے۔ ظاہر ہے کہ بال پکڑے ہوئے ہوں تو ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے صبح شام کی دُعائیں اور سوتے وقت کی دُعاؤں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ آدمی چلتے پھرتے یا لیٹے ہوئے بھی دُعائیں پڑھتا ہے۔ اسی طرح آدمی بہت مرتبہ چل پھر رہا ہوتا ہے یا اپنے کام کاج میں مشغول ہوتا ہے اذان سنتا ہے۔ اس لیے دُعاء کے لیے بھی ہاتھ اُٹھانا منقول نہیں اور ہاتھ اُٹھانے والی حدیثیں بھی اس سے متعلق نہیں۔

(۲) چلتے پھرتے اور اُٹھتے بیٹھتے آدمی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی ہاتھ اُٹھانا متعلق نہیں۔

(۳) آدمی تسلی سے بیٹھا یا کھڑا ہو اور صرف دُعاء ہی کا عمل کرنے کا ارادہ ہو جیسے نماز سے یا ذکر و تلاوت سے فراغت پر دُعاء کرے یا اور کوئی موقع نکال کر خاص دُعاء میں مشغول ہو تو ہاتھ اُٹھانے کی حدیثوں کا تعلق صرف ان موقعوں کے ساتھ ہے۔

جب موذن اقامت شروع کرے مقتدیوں کو اسی وقت کھڑے ہونا چاہیے :

حی علی الصلٰوۃ پر کھڑے ہونے کو نماز کے آداب میں سے شمار کیا گیا ہے اور آداب ان چیزوں کو کہتے ہیں کہ اگر ان کو کرو تو ثواب ہے اور نہ کرو تو کچھ گناہ نہیں۔ پھر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ کھڑے ہونے کی یہ حد تاخیر سے بچنے کے لیے ہے یعنی کھڑے ہونے میں حی علی الصلٰوۃ سے زیادہ تاخیر نہ کرے۔ جہاں تک ثواب اور استحباب کا تعلق ہے تو وہ اقامت شروع ہوتے وقت کھڑے ہونے میں بھی ہے۔

اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کی وجوہ یہ ہیں :

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر تھا کہ اقامت شروع ہوتے وقت کھڑے ہوتے تھے۔

(۲) پوری اُمت کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے۔

(۳) حی علی الصلٰوۃ پر کھڑے ہونے کو اہلِ بدعت نے اپنا شعار اور علامت بنالیا ہے اور باوجود یہ کہ یہ

محض آداب میں سے ہے اور استحباب کی آخری حد ہے اس کے نہ کرنے والے کو برا سمجھا جاتا ہے جو خود بھی بدعت ہے۔ لہٰذا اہلِ بدعت کی مشابہت سے بچنے کے لیے بھی ضروری ہوا کہ اقامت کے شروع میں مقتدی کھڑے ہوں۔

اذان سے پہلے درُود وسلام :

پہلے پہل بعض صحابہ کو خواب میں فرشتے نے اذان سکھائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اذان سکھائی۔ اس میں اذان کے معروف کلمات سے پہلے درود شریف نہیں پڑھا گیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور خیر القرون میں اذان کہی جاتی تھی لیکن درود وسلام نہ پڑھا جاتا تھا۔ نہ بالکل پہلے اور نہ ہی کچھ وقفہ پہلے۔ یہی عمل اُمت کا تواتر سے چلا آیا ہے درود وسلام کی اہمیت اپنی جگہ لیکن اس موقع پر پڑھنا سرے سے منقول نہیں لہٰذا اس کا اضافہ بدعت ہے اور واجب الترک ہے۔

تثویب :

اذان اور اقامت کے درمیان موذن ایک مرتبہ بلند آواز سے انتہائی مختصر اور معروف لفظوں میں لوگوں کو جماعت کی یاددہانی کرائے اس کو تثویب کہتے ہیں۔ فجر کی نماز کے لیے جہاں اس کی ضرورت ہو یہ جائز ہے۔ دوسری نمازوں میں موجودہ حالات میں تثویب جائز نہیں کیونکہ اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے کا وقت متعین ہے جو اتنا مختصر ہوتا ہے کہ آدمی استنجا اور وضو کر کے سنتیں ادا کر سکے۔ پھر گھڑیوں کا عام رواج ہے اور گھڑی کے مطابق جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ ان وجوہات سے موجودہ دور میں فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں تثویب کی ضرورت نہیں اور بلاضرورت کرنا بدعت ہے۔ اسی طرح فجر میں بھی تثویب بار بار کرنا یا زیادہ الفاظ میں کرنا بھی بدعت ہے۔

اذان واقامت میں رسول اللہ ﷺ کے نام گرامی پر انگوٹھے چومنا :

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الا نامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه ﷺ عن المؤذ ن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات (تیسیر المقال بحواله راه سنت ص ۲۴۳)

وہ حدیثیں جن میں موذن سے کلمہ شہادت میں نبی ﷺ کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

اسی وجہ سے یہ عمل بدعت ہے۔

☆

حاصلِ مطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ﴾

حضرت خالدؓ کی کرامت اور حیرہ کی فتح :

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) تاریخ کے مستند حوالوں سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"ملکِ عراق میں داخل ہونے کے لیے حیرہ بطورِ دروازے کے تھا بادشاہانِ فارس کی طرف سے حیرہ پر بڑا حاکم رہتا تھا اور حیرہ کے انجام پر تمام گردونواح کے شہروں اور قصبات کا مدار تھا اکثر اطراف کے چودھری اسی انتظار میں تھے کہ حیرہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ اہلِ حیرہ نے صلح کر لینی چاہی اور گفتگوئے مصالحت کے واسطے "ایاس بن قبیصہ" اور "عمرو بن عبدالمسیح" عیسائی حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے عمرو بن عبدالمسیح کی عمر کئی سو سال کی تھی اور اس کا لقب "ابن بقیلہ" تھا (عربی میں سبزی اور ترکاری کو بقل کہتے ہیں، بقیلہ اس کی تصغیر ہے (عمرو بن عبدالمسیح) ایک موقع پر سبز چادر اوڑھے ہوئے آیا تھا تو لوگ اس کو "ابنِ بقیلہ" کہنے لگے۔

عمرو بن عبدالمسیح جب حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ کہا کئی سو سال کی۔ آپ نے فرمایا تم نے سب سے زیادہ عجیب بات کیا دیکھی؟ کہا حیرہ اور دمشق کے درمیان متصل آبادی تھی ایک گاؤں دوسرے گاؤں سے ملا ہوا تھا ایک تنہا عورت سفر کرتی تھی اور اس کو ایک روٹی کے سوا کسی قسم کے توشے اور زادِ راہ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ حضرت خالدؓ نے ہنس کر اس کے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم ایک ایسے شخص کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتے ہو جس کی عقل و حواس درست نہیں رہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا ہے؟ ابن بقیلہ نے سن کر حضرت خالدؓ سے گفتگو کی اور ان کے ہر سوال کا معقول جواب دیا جس پر آپ کو یقین ہو گیا کہ اس کے حواس

بالکل درست ہیں اور یہ جو کچھ اپنی عمر اور تجربے کے متعلق کہتا ہے صحیح ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا اَلْقَوْمُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْهِمْ "قوم اپنے اندرونی حال کو زیادہ جانتی ہے"۔

"عمرو بن عبدالمسیح کے خادم کے ساتھ ایک تھیلی میں زہر تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کیوں ساتھ لیا ہے! اس نے جواب دیا کہ یہ سَمّ سَاعَۃ فی الفور ہلاک کرنے والا زہر ہے اور یہ اس لیے ساتھ لایا تھا کہ اگر میں تم لوگوں کے حالات ایسے نہ دیکھتا، جواب دیکھ رہا ہوں تو میں اپنی قوم کے واسطے کسی مکروہ بات کا واسطہ اور ذریعہ نہ بنتا بلکہ زہر کھا کر ہلاک ہو جاتا۔ حضرت خالدؓ نے زہر کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا کہ کوئی شخص اجلِ معیّن سے پہلے نہیں مرتا اور نہ کوئی چیز بلا حکم خدا اثر کرتی ہے اور یہ کہہ کر آپ نے یہ دُعا پڑھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ رَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ السَّمَاءِ الَّذِیْ لَیْسَ یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور زہر نگل لیا۔ ابن بقیلہ نے گو ایک حیرت انگیز اور تعجب خیز بات دیکھی تھی مگر وہ خود عالم اور تجربے کار تھا اس لیے حضرت خالدؓ سے کہا کہ وَاللّٰهِ لَتَبْلُغُنَّ مَا اَرَدْتُّمْ مَا دَامَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قسم ہے خدا کی تم میں سے ایک بھی جب تک ایسا رہے گا تم اپنی مراد کو پہنچتے رہو گے اور پھر اس نے اہلِ حیرہ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے آج تک کوئی ایسی واضح اور روشن بات نہیں دیکھی۔ اس کے بعد ابن بقیلہ نے حضرت خالدؓ سے ایک سالانہ محصول متعین کر کے صلح کر لی کہ اہلِ حیرہ کی جان و مال کی محافظت مثل مسلمانوں کے کی جاوے گی۔

اہلِ حیرہ کے ساتھ صلح ہونا تھا کہ تمام گرد و نواح کے چودھریوں اور نمبرداروں نے اپنے اپنے علاقے کی طرف سے صلح کر لی۔" [1]

شانِ صحابہؓ :

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں :

"اجنادین ملکِ شام میں بہت بڑا شہر ہے۔ اس جگہ مسلمانوں اور رومیوں میں بڑا معرکہ ہوا [2]۔

[1] اشاعتِ اسلام ص ۶۴۳ طبع شیخ الہند اکیڈمی دیو بند [2] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت (اخیر جمادی الاولی ۱۳ھ) میں ملکِ شام کے شہر اجنادین میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک لڑائی ہوئی تھی اس لڑائی میں ایک لاکھ سے زیادہ عیسائیوں نے حصہ لیا تھا مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اللہ تعالیٰ نے اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی۔

ہرقل کا حقیقی بھائی لشکرِ روم کا سپہ سالار تھا۔ مسلمانوں کا لشکر یہاں جمع ہو گیا تو سپہ سالارِ روم نے ایک عربی شخص کو اس غرض کے لیے بھیجا کہ مسلمانوں کے لشکر میں رہ کر ان کی اصلی حالت کی خبر لائے۔ یہ شخص چونکہ خود عربی تھا، مسلمانوں میں آملا اور ایک رات دن رہ کر اُن کے شب و روز کے حالات دیکھے، راتوں کو تہجد گزاری اور تلاوتِ کلام الٰہی کرتے دیکھا ہر شخص کو دیکھا کہ بلا تصنع و تکلف عبادت میں مشغول ہے ایک دوسرے کا باہمی معاملات میں نہایت صفائی سے برتاؤ ہے، ہر شخص امیر کے حکم کا دل و جان سے مطیع و فرماں بردار ہے۔ یہ حالات دیکھ کر واپس ہوا، سپہ سالارِ روم نے پوچھا کہو کیا دیکھا؟ اس نے کہا: بِاللَّیْلِ رُهْبَانٌ وَ بِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ. وَلَوْ سَرَقَ ابْنُ مَلِكِهِمْ قَطَعُوْهُ وَلَوْ زَنٰى رُجِمَ لِاِقَامَةِ الْحَقِّ فِيْهِمْ۔ یہ لوگ رات کو راہب اور عابد ہیں اور دن میں بہادر شہ سوار اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر زنا کرے، تو رجم کر دیں حق کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں ہے۔ سپہ سالار نے سن کر کہا: اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَنِیْ لَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ مِّنْ لِّقَآءِ هٰؤُلَاءِ اگر تو نے سچ بیان کیا ہے تو زمین کے اندر اُتر جانا اس سے بہتر ہے کہ ان لوگوں سے مقابلہ کیا جائے"۔ [۳]

میدانِ یرموک میں جرجہ کا قبولِ اسلام:

"یرموک کے میدان میں جب فریقین کی جانب سے پوری طرح صف آرائی ہو چکی تو جرجہ اپنی صف سے نکل کر درمیان میں آیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام کو آواز دی۔ حضرت خالدؓ تشریف لائے اور جرجہ کے متصل اس طرح کھڑے ہو گئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں ایک نے دوسرے کو امن دے دیا، جرجہ نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں مجھ کو سچا جواب بلا کسی قسم کے دھوکے کے عنایت فرمایئے کیونکہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا دریافت کرو میں جواب دوں گا۔

جرجہ: کیا اللہ نے تمہارے نبی پر کوئی تلوار نازل فرمائی ہے اور نبی نے وہ تلوار تم کو دی ہے کہ جب اس سے دشمن پر حملہ کرتے ہو، ان کو ہزیمت ہو جاتی ہے؟ (رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو "سیف اللہ" یعنی خدا کی تلوار، لقب عطا فرمایا تھا)

---

[۳] اشاعتِ اسلام ص ۱۶۷

حضرت خالدؓ : اللہ تعالیٰ نے کوئی تلوار نازل نہیں فرمائی۔

جرجہ : پھر آپ کا نام سیف اللہ کیوں ہوا؟

خالدؓ : اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے نبی کو ہماری طرف بھیجا۔ اول تو ہم سب ان سے علیحدہ رہے اور پھر بعض نے ان کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی۔ میں بھی انہی جھٹلانے والوں اور مخالفوں میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو پھیر دیا اور ہدایت کی۔ میں ایمان لے آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے "سیف اللہ" کا خطاب عطا فرمایا اور میرے لیے نصرت و کامیابی کی دُعا فرمائی۔ اس روز سے میرا نام "سیف اللہ" ہو گیا۔

جرجہ : یہ تو آپ نے صحیح صحیح بتلا دیا اب یہ فرمایئے کہ تم ہمیں کس چیز کی طرف بلاتے ہو اور کس بات کی دعوت دیتے ہو؟

خالدؓ : ہم اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ کلمۂ شہادت پڑھو اور رسول اللہ ﷺ جو احکام لائے ہیں ان کو تسلیم کرو۔

جرجہ : لیکن اگر کوئی اس بات کو نہ مانے؟

خالدؓ : تو وہ محصول ادا کرے اور مسلمانوں کے امن میں آجائے۔ مسلمان اس کی جان و مال کی ایسی ہی حفاظت کریں گے جیسی اپنی کرتے ہیں۔

جرجہ : اگر وہ اس کو بھی نہ مانے؟

خالدؓ : تو ہم اول اس کو مخالفت اور لڑائی کی اطلاع کریں گے اور اس کے بعد اس سے لڑائی کریں گے۔

جرجہ : اگر کوئی تمہارے کہنے کو مان لے اور اسلام قبول کر لے؟

خالدؓ :۔ ایسا شخص ہمارے مساوی ہو جاتا ہے اس کے حقوق ہمارے حقوق کے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں اول اور آخر، ادنیٰ و اعلیٰ، شریف اور غیر شریف سب برابر ہیں۔

جرجہ : یہ بات تو مستبعد ہے کہ وہ تمہارے برابر ہو جائے، تم لوگ مقدم اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ہو؟

خالدؓ : یہ صحیح ہے کہ ہم سابق ہیں مگر ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کو آنکھوں سے دیکھا، ان کی صحبت اُٹھایا، معجزات دیکھے، آپ کی خدمت میں تمام امور کا مشاہدہ کیا ایسے امور دیکھ کر ہمارا مسلمان ہو جانا کچھ زیادہ افضلیت کی بات نہیں۔ جو شخص بھی ایسے حالات کا مشاہدہ کرے گا، وہ بصدقِ دل

ایمان لے آوے گا۔ ہاں جن لوگوں نے نہ یہ حالات دیکھے، نہ فیض صحبت اُٹھایا اور نہ ان عجائب امور کا مشاہدہ کیا۔ وہ سچے دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے تو ہم سے افضل ہوں گے۔

جرجہ : بے شک آپ نے صحیح فرمایا۔

''اس صاف اور بے لوث گفتگو نے جرجہ کو مسخر کرلیا اور وہ بجائے اس کے کہ مقابلہ کرتے حضرت خالدؓ سے اس امر کے خواہش مند ہوئے کہ مجھ کو اسلام کی تلقین کی جائے۔ حضرت خالدؓ ان کو اپنے خیمے میں لے گئے اور غسل کے بعد دو رکعتیں پڑھوائیں۔ وہی قلب جو اسلام کے بغض سے پُر تھا، مسخر ہو کر محبت خدا و رسول سے مالا مال ہو گیا جرجہ اسی وقت پچھلے پیروں میدانِ کارزار میں واپس ہو کر شہید ہو گئے''۔ ۴

مدح وذم کا برابر ہونا :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ملکِ عراق پر لشکر کشی کے لیے روانہ فرمایا تو اس موقع پر آپ کو کچھ ہدایات دیں ان ہدایتوں میں ایک اہم ہدایت یہ تھی :

''اللہ تعالیٰ قلوب میں خاص اوصاف اور عمدہ کیفیات راسخ فرما دیتا ہے جن کے بعض ظاہر آثار ہیں اور بعض مخفی۔ ظاہر تو یہ ہیں کہ حق کی اتباع میں کسی کی مدح وذم کی پرواباقی نہ رہے، اور مخفی یہ ہیں کہ حکمت کا دروازہ اس پر کھول دیا جاتا ہے اور اس کا ظہور زبان کے ذریعہ سے ہونے لگتا ہے اور وہ محبوبِ خلائق بن جاتا ہے''۔ ۵

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات ذکر کرنے کے بعد ان کے نتائج کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ حامد وذام حق کے معاملہ میں یکساں ہوں۔ کہنے اور سننے میں یہ دو لفظ ہیں مگر فی الواقع شریعت وطریقت کا خلاصہ یہی ہے کوئی شخص اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ سوائے رضائے مولیٰ اور طلبِ حق اس کے قلب میں کسی امر کی گنجائش نہ رہی ہو، جب تک غیر خدا کا کچھ بھی لگاؤ رہے گا کبھی اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اہلِ تصوف کا تمام ریاضات ومجاہدات سے یہی مطلب ہوتا ہے۔''

---

۴ اشاعتِ اسلام ص ۱۶۹ ۵ اشاعتِ اسلام ص ۲۳۹

ایک مرتبہ شیخ العرب والعجم قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے مکہ معظمہ سے اپنے خلیفۂ خاص حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو تحریر فرمایا کہ :

''عرصہ سے آپ نے اپنے خیالات تحریر نہیں فرمائے''۔

اس کے جواب میں حضرت مولانا نے بہت سی اظہار ندامت و اعتراف تقصیر کے بعد نہایت مختصر لفظوں میں تحریر فرمایا کہ :

''اپنے اندر چند باتیں پاتا ہوں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مادح و ذام یکساں ہیں''۔ (تذکرۃ الرشید ۲/۱۸۸)

جس روز یہ جواب حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا تو حاضرینِ مجلس کا بیان ہے کہ فرطِ مسرت سے حضرت پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی اور بار بار فرماتے تھے کہ یہ باتیں کس کو نصیب ہوتی ہیں؟

جن لوگوں کو حضرت مولاناؒ کی کفش برداری کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مولاناؒ کا اصلی اور بے تکلف حال یہی تھا جو تحریر فرمایا کسی کی مدح و ذم سے ذرا بھی متغیر نہ ہوتے تھے اور امر حق کے اظہار میں کسی کی پروانہ کرتے تھے اور یہی اظہارِ حق اور تصلب فی الدین ہے جو علمائے ربانیین کو صحابہؓ سے ورثہ میں ملا ہے جس کا نام تعصب و تنگ خیالی رکھا گیا۔ [۶]

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ :

مذکورہ عنوان میں جو جملہ ذکر کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ''ہم ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام سے عزت دی ہے''۔ یہ جملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور جملہ ہے جو آپ نے ''بیت المقدس'' کے سفر میں اُس وقت ارشاد فرمایا تھا جبکہ آپ کے استقبال کے لیے آنے والے صحابۂ کرام نے آپ کو انتہائی معمولی لباس پہنے اور نہایت معمولی سواری پر سوار دیکھ کر ترکی گھوڑا اور عمدہ و قیمتی لباس پیش کیا تھا۔ آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا : نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ ''ہم ایسے لوگ ہیں جنہیں خدا نے اسلام سے عزت بخشی ہے'' اور لباسِ فاخرہ زیبِ تن فرمانے سے انکار کر دیا اور اسی لباس میں بیت المقدس داخل ہوئے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جس رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور جس سادگی و فروتنی کو آپ نے اختیار کیا تھا عام صحابۂ کرام کا حال بھی وہی تھا جس کا ظہور موقع بموقع ہوتا رہتا تھا۔ تاریخ میں یہ بات محفوظ ہے کہ جنگ قادسیہ کے موقع پر جب رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مطالبہ کیا کہ کچھ لوگ گفتگو کرنے

---

[۶] اشاعتِ اسلام ص ۲۷۸

کے لیے ہمارے پاس بھیج دیں تو آپ نے حضرت رِبعی بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھیجا آپ جب رستم کے دربار میں گئے تو آپ کے پھٹے پرانے کپڑے تھے اور تلوار کی میان پر چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ نے پُر مغز اور مدلل گفتگو کی تو رستم اس سے مرعوب ہوا اور تمام افسروں کو تنہائی میں بلا کر جنگ سے باز رہنے اور اسلام قبول کر لینے کو کہا۔ افسروں نے حضرت ربعی بن عامرؓ کے کپڑوں پر طعن کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایسے شخص کے دین کی طرف کبھی راغب نہیں ہوں گے، رستم نے کہا ''تمہاری عقلوں پر افسوس ہے اس کے کپڑوں کو دیکھتے ہو ذاتی اخلاق، جراءت ومتانت اور گفتگو اور رائے کو نہیں دیکھتے، عرب اپنے برگزیدہ اوصاف کی حفاظت کرتے ہیں تمہاری طرح کپڑوں کی زیب و زینت کے درپے نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :

''کوتاہ بین اور حقیقت ناشناس ہمیشہ ظاہری طمطراق کی طرف مائل ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اخلاق کی پاکیزگی اور نفوس کی تقدیس وتطہیر اصل چیز ہے ظاہر میں لباس کی زینت سے جلالتِ قدر ورفعتِ شان کا اندازہ کرتے ہیں اور حقیقت الامر اس کے بالکل برخلاف ہے۔''

حضرت امام شافعیؒ کا سَرَّمَنْ رَاٰی میں ایک حجام کی دکان پر گزر ہوا۔ آپ نے اس سے اصلاح بنانے کو فرمایا۔ حجام امراء وزراء کی اصلاحیں بنا کر معقول اجرت لینے کا خوگر تھا، امام صاحب کے معمولی اور بوسیدہ اور میلے کپڑوں سے متنفر بھی ہوا اور یہ سمجھا کہ یہ تو خود سائل معلوم ہوتے ہیں مجھے کیا دیں گے؟ اس نے اصلاح بنانے سے انکار کر دیا امام شافعی صاحبؒ انکار کی وجہ سمجھ گئے اپنے غلام کو جو ساتھ تھا ارشاد فرمایا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا دس دینار۔ فرمایا اس حجام کو دیدو اور وہاں سے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے :

عَلَیَّ ثِیَابٌ لَوْیُبَاعُ جَمِیْعُهَا ۔۔۔ بِفَلْسٍ لَکَانَ الْفَلْسُ مِنْهُنَّ اَکْثَرَا

وَفِیْهِنَّ نَفْسٌ لَوْیُقَاسُ بِمِثْلِهَا ۔۔۔ جَمِیْعُ الْوَرٰی کَانَتْ اَجَلَّ وَاَخْطَرَا

وَمَا ضَرَّحَدَّ السَّیْفِ اِخْلَاقُ غِمْدِهٖ ۔۔۔ اِذَا کَانَ عَضْبًا حَیْثُ اَنْفَذْتَهٗ بَرٰی

''میرے بدن پر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو ایک فلوس کی برابر بھی قیمت نہ ملے لیکن ان کے اندر ایسا نفس ہے کہ اگر تمام مخلوق کا اس جیسے سے موازنہ کیا جائے تو اسی کا مرتبہ بڑھا رہے گا۔ تلوار کی دھار کے لیے میان کا بوسیدہ ہونا کیا مضر ہے اگر وہ ایسی تیز ہے کہ ہر چیز کے درمیان سے نکل جانے میں اشارہ کی منتظر ہے''۔

ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ مجتہد مطلق اور اپنے وقت کے فردِ فرید امام ہیں خلیفۂ وقت بھی ان کی تعظیم کرتا

تھا مگر حجام نے کپڑوں کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور ان کے پاک اخلاق و اوصاف کا اس کو اندازہ نہ ہوا۔ امام جلیل الشان نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ خود سرائی میں داخل نہ تھا بلکہ اس عام غلط فہمی کو رفع کرنے کی غرض سے اس قدر فرمانے پر مجبور ہوئے اور جب کوئی دینی و شرعی ضرورت آپڑے تو ایسے اظہار کی اجازت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس ضرورت کے وقت فرعون ۷ سے فرمایا تھا :

"اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ."

مجھ کو زمین کے خزانوں کا منتظم و نگران مقرر کر دے، میں خوب محافظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔

دس دینار عطا فرمانے کو بھی کوئی شخص اسراف پر محمول نہ کرے آپ کو ان عام خیالات کی اصلاح کے ساتھ یہ بھی دکھلانا تھا کہ اہل اللہ اور متوکلین علی اللہ کے نزدیک اشرفی اور روپیہ سب بے حقیقت ہیں۔

ایک دفعہ بعض ظاہر پرستوں نے حضرت جنیدؒ سے صوفیہ پر طعن کرتے ہوئے سوال کیا :

"مَابَالُهُمْ وَسِخَةٌ ثِيَابُهُمْ (ان کے کپڑے میلے کچیلے کیوں رہتے ہیں) جواب میں ارشاد فرمایا: لٰكِنَّهَا طَاهِرَةٌ، جواب: لیکن وہ پاک رہتے ہیں۔

اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ کپڑوں کا میلا رکھنا محمود امر ہے یا صوفیہ کا مسلک یہ ہے کہ کپڑے میلے پہنا کریں بلکہ حاصل جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو طہارتِ ثوب کا اہتمام ہوتا ہے۔ نفاست و صفائی بہت عمدہ چیز ہے مگر اس جماعت کو جو دنیا سے منقطع اور بالکلیہ آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں اپنی مشغولی سے اس قدر فرصت نہیں ملتی کہ لباس کی نفاست کی طرف توجہ کریں اور چونکہ طہارت شرطِ عبادت ہے اس لیے اس سے غفلت نہیں کرتے۔ اس کو بجنسہ ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسا حدیث شریف میں وارد ہے :

"رُبَّ اَشْعَثَ اِغْبَرَّ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی لَاَبَرَّهٗ(او کماقالؐ)

(بہت سے پراگندہ بال غبار آلودہ دروازوں پر سے ہٹا دیے گئے ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کے اوپر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو ان کی قسم پوری کر دی جائے)۔

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ غبار آلودہ اور پراگندہ بال دروازوں پر سے دھکے دے کر ہٹا دیا جانا ایسی پسندیدہ باتیں ہیں کہ ان کو اختیار کیا کرو۔ الغرض ظاہر بیں لباس کو دیکھتے ہیں اور حقیقت شناس اخلاق اور اوصاف کو"۔ ۸

---

۷ مصر کے بادشاہ ریان بن ولید، اُس زمانہ میں ہر بادشاہ مصر کو فرعون کہا جاتا تھا۔ ۸ اشاعتِ اسلام ص ۲۵۹

کل کی ماں کا پیغام آج کی ماؤں کے نام

﴿ حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ العزیز کی تصنیف سے ایک اقتباس ﴾

ایک زمانہ میں میری طبیعت دینی تعلیم سے کچھ اُچاٹ سی ہونے لگی اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے اور سرکاری امتحانات دینے کا دورہ سا پڑا، بھائی صاحب نے کسی خط میں یا رائے بریلی کے کسی سفر میں والدہ صاحبہ سے میرے اس نئے رجحان کی شکایت کی اس پر اُنھوں نے میرے نام جو خط لکھا اس سے ان کے دلی خیالات، جذبات اور اُن کی قوتِ ایمانی اور دین سے محبت وعشق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس خط کا ایک اقتباس جس پر کوئی تاریخ نہیں ہے لیکن غالباً ۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء کا لکھا ہوا ہے، من وعن پیش کیا جا رہا ہے :

عزیزی علی سلمہ، دُعا

تمہارا اب تک کوئی خط نہیں آیا، روز انتظار کرتی ہوں، مجبور آکر خود لکھتی ہوں جلد اپنی خیریت کی اطلاع دو۔ عبدالعلی[۱] کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا، مگر تمہارے خط سے تو اور تسکین ہوتی۔ عبدالعلی سے میں نے تمہاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو اُنھوں نے کہا کہ علی کو اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں، جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں" میں نے کہا، تم روکتے نہیں، کہا بہت کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں، مگر وہ نہیں خیال کرتے، اس سے سخت تشویش ہوئی، اول تو تمہاری بے خیالی اور ناتجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت جس سے اندیشہ ہو۔

علی، مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہو گے، مگر خلاف اُمید تم کہنے میں آگئے اور اتنی محنت گوارہ کر لی خیر بہتر، جو کچھ تم نے کیا، یہ بھی اس کی حکمت ہے بشرطیکہ استخارہ کر لیا ہو۔

مجھے تو انگریزی سے بالکل اُنسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمہاری خوشی منظور ہے۔ علی، دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں تو انگریزی والوں سے کیا اُمید، بجز عبدالعلی اور طلحہ[۲] کے تیسری مثال نہ پاؤ گے۔ علی اگر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کر رہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی اور کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی والوں کو جاہل اور اس کے علم کو بے سود اور بالکل بیکار سمجھتی ہوں۔ خاص کر اس وقت میں نہیں معلوم کیا ہو، اور کس علم کی ضرورت ہو، اس وقت میں البتہ ضرورت تھی۔

---

[۱] ڈاکٹر حکیم سید مولانا عبدالعلی سابق ناظم ندوۃ العلماء برادرِ اکبر مصنف۔

[۲] مولانا سید طلحہ حسنی ایم۔ اے راقم سطور کے پھوپھا تھے اور عربی زبان وادب کے زبردست عالم تھے۔

اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، یہ عام ہے، کون ایسا ہے جو محروم ہے وہ چیز حاصل کرنا چاہیے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کر سکتا جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان مشتاق ہیں۔ آرزو میں دل مٹ رہا ہے مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے، علی، تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان سبھوں پر نظر کرو جنھوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گزار دی ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ، مولوی ابراہیم صاحبؒ ۳ اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحبؒ ۴ اور مولوی محمد امین صاحبؒ ۵ جن کی زندگی اور موت قابلِ رشک ہوئی، کس شان وشوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔ یہ مرتبے کسے حاصل ہو سکتے ہیں، انگریزی مرتبے والے تمھارے خاندان میں بہت ہیں اور ہوں گے مگر اس مرتبے کا کوئی نہیں، اس وقت بہت ضرورت ہے ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یہ انگریزی میں جاہل تھے، یہ مرتبہ کیوں حاصل ہوا۔

علی، اگر میرے سوا اولادیں ہوتیں، تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخ رُو اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں، آمین ثم آمین۔

میں خدا سے ہر وقت دُعاء کرتی ہوں کہ وہ تم میں ہمت اور شوق دے اور خوبیاں حاصل کرنے کی اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے آمین۔

اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں، اللہ تعالیٰ تمھیں ان مرتبوں پر پہنچائے اور ثابت قدم رکھے، آمین۔ علی، ایک نصیحت اور کرتی ہوں، بشرطیکہ تم عمل کرو، اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ اور احتیاط لازم رکھو۔ جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کی رائے سے خرید و باقی وہی کتابیں کافی ہیں، اس میں تمہاری سعادت مندی ظاہر ہوگی اور کتابیں برباد نہ ہوں گی

---

۳ اس سے مراد مولانا ابو محمد ابراہیم آروی، مشہور اہلِ حدیث عالم ہیں جو ہمارے نانا شاہ ضیاء النبی صاحبؒ کے مرید اور بڑے ربانی، حقانی عالم تھے۔ ان کا وعظ بڑا مؤثر اور رقت آمیز ہوتا تھا، ان کے ایک وعظ سے ہمارے خاندان کے نوجوانوں کی بڑی اصلاح ہوئی اور ان کی کایا پلٹ گئی، ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ کو مکہ معظمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

۴ یعنی مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے بیک واسطہ خلیفہ اور حضرت شاہ ضیاء النبیؒ اور مولانا سید فخر الدینؒ کے شیخ و مرشد تھے۔ توحید وسنت کی اشاعت اور اصلاح و تربیت میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، ۱۲۸۹ھ میں انتقال ہوا۔

۵ مولانا سید محمد امین نصیر آبادی مراد ہیں، جن سے ضلع رائے بریلی، سلطانپور، پرتاب گڑھ اور ان کے نواح میں بڑی اصلاح اور شرک و بدعت کی بیخ کنی ہوئی، انتقال ۱۳۴۹ھ میں ہوا۔

اور بزرگوں کو خوشی ہوگی۔اس سعادت مندی کی مجھے بے حد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو، جو روپیہ خرچ کرو انھیں ضرورتوں میں یا کھاؤ۔

قرض کبھی نہ لو، ہو تو خرچ کرو، ورنہ صبر کرو، طالب علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں، تمہارے بزرگوں نے بہت کچھ مصیبتیں جھیلی ہیں، اس وقت کی تکلیف باعثِ فخر سمجھو، جو ضرورت ہو ہمیں لکھو، میں جس طرح ممکن ہوگا پورا کروں گی، خدا مالک ہے مگر قرض نہ کرنا، یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے، اگر وفائے وعدہ کرو تو کچھ حرج نہیں۔صحابہؓ نے قرض لیا ہے مگر ادا کر دیا ہے، ہم کون چیز ہیں۔علی، یہ بھی تمہاری سعادت مندی ہے کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکا، انشاء اللہ تعالیٰ موقع ملتے ہی تیار کر کے بھیجوں گی اطمینان رکھو۔

بہت جلد خیریت کی اطلاع دو اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمہیں ناگوار ہوئی، انشاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی۔اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمہیں توفیق دے کہنے کی اور تمہارا کلام پُر اثر اور خدا کی خوشی ورضا مندی کے قابل ہو، آمین **اللّٰھم اتنی افضل ماتوتی عبادک الصالحین** باقی خیریت ہے، تم خدا کی رحمت سے تیار رہو، تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔

تمہاری والدہ

(اسلام میں عورت کا درجہ ص ۲۷۹)

☆

بقیہ : درس حدیث

ہجرت میں پہل اعزاز ہے :

تو فرمایا **ان علیا سبقک بالھجرۃ** علیؓ نے آپ سے سبقت کی ہے ہجرت میں ؎ انھوں نے ہجرت کی ہے آپ نے ہجرت نہیں کی ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ یہ سفر کر کے آہی رہے تھے جو جناب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر لشکر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں یہ مل گئے انہیں آپ پھر واپس لے آئے ساتھ ساتھ تو آقائے نامدار ﷺ نے مساوات کا درس دیا ہے چھوٹے بڑے سب کے ساتھ شفقت اور یکساں سلوک جو اُنکے مناسب ہو جس سے اُن کا تعلق اور محبت بڑھے۔احساس کمتری، چھوٹے پن غریب ہونے کا احساس جو ہے وہ جاتا رہے یہ تمام سنتیں رسول اللہ ﷺ کی آج تک محفوظ ہیں اور ان سب پر مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔(اختتامی دعا)......

؎ مشکوٰۃ ص ۵۷۲

مردوں کا ختنہ

محققین کا خیال ہے کہ عہدِ قدیم میں پیشتر اور آج بھی دنیا کے کچھ حصوں کی غیر مہذب اقوام میں ختنہ کی رسم کا پایا جانا طبی اعتبار سے ممکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صفائی کا مفہوم ان کے ہاں برائے نام ہے لہٰذا اس رسم کی ابتداء کسی اور سبب ہوئی ہوگی مثلاً دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے کچھ بھینٹ چڑھانا، کیوں کہ دنیا کے بیشتر علاقوں کے بعض قبائل اب بھی ختنہ سے نکلے ہوئے خون کو اپنے دیوتاؤں کے قدموں پر چڑھاتے ہیں۔

ایک محقق نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قدیم مصر کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ سورج کے دیوتا نے سب سے پہلے اپنا ختنہ کروایا اور اس کا جو خون ٹپکا اس سے دوسرے دیوتا پیدا ہوئے۔

عہدِ قدیم میں ختنہ کا رواج ملتا ہے۔ مصر میں قبل از مسیح اس کا رواج رہا ہے انجیل میں بھی اس کا تذکرہ ہے اور یہودیوں میں قریب چار ہزار سال سے اس کو ایک مذہبی فریضہ کے طور پر انجام دیا جاتا رہا ہے۔

شہنشاہ فرانس لوئی اس مرض سے دوچار تھا، جس کے سبب شادی کے بعد کئی سال تک وہ نامرد رہا اور ختنہ کے آپریشن کے بعد اسے مباشرت کے قابل بنایا گیا۔ کل تک اہلِ یورپ اس اسلامی رسم کا مذاق اُڑاتے تھے مگر اس کے فوائد کو دیکھ کر اب یورپ میں ختنہ عام ہو گیا ہے۔

ختنہ، اسلامی شعار، اس کے خلاف مغرب کا تعصب :

۲۷ / اپریل ۱۹۹۵ء میں شائع ہونے والی اس خبر نے اہلِ اسلام خصوصاً پاکستانیوں کو حیران و ششدر کر دیا کہ :

''سویڈن میں ختنہ کرنا جرم ہے اور حال ہی میں ایک مصری ڈاکٹر جس نے اپنے دو بچوں کا ختنہ کیا تھا، پر مقدمہ چلایا گیا''۔ (بحوالہ ماہنامہ ''المذہب'' لاہور جولائی ۱۹۹۵ء)

حالانکہ اس ڈاکٹر نے ذاتی طور پر اپنے مذہب کی ایک رسم پر عمل کیا تھا۔ اس سے نہ کسی کا حق مجروح ہوا اور نہ کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچی۔ اس کے باوجود حکومت سویڈن اپنے قوانین کے خلاف اس کو گوارا نہ کر سکی اور نہ ہی رواداری کا ادنیٰ سا مظاہرہ کر سکی حالانکہ اس کے برعکس تسلیمہ نسرین (بنگلہ دیشی نام نہاد مصنفہ جس نے اسلامی شعار کا مذاق اُڑایا) کی آؤ بھگت کی۔ سویڈن کا وزیر اعظم خود ائیر پورٹ اُسے لینے آیا بلکہ اس کو ادبی ایوارڈ سے بھی نوازا۔ حالانکہ دوسری طرف خود مغربی ادارے اور محققین ختنہ کی افادیت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں ایک خبر ملاحظہ کریں۔ ''بی بی سی'' نے فرانس کے طبی ماہرین کے حوالے سے بتایا ہے :

''جن لوگوں کا بچپن میں ختنہ ہو جاتا ہے انہیں ایڈز کی بیماری لاحق نہیں ہوتی''۔ (اکتوبر ۱۹۹۵ء)

اس کے علاوہ محققین نے ایک دوسری رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ایڈز کا خطرہ، ختنہ کرانے والے بچوں کی نسبت نہ کرنے والوں میں ۱۵ گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس ٹیم میں بلجیم کے پروفیسر پیٹر یاٹ، جو اقوام متحدہ کے ایڈز پروگرام کے سربراہ ہیں، بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امریکن پیٹریاٹرک اکیڈمی جو ختنے کے خلاف تھی، نے بھی ختنے کے بارے میں اس تحقیق کو سراہا ہے۔ دہلی اور سری نگر کے تحقیقاتی اداروں نے بھی کینسر کے سلسلہ میں ختنہ کے بارے میں رپورٹ دی ہے۔

ختنہ اور جدید سائنس :

ختنے کے بارے میں اب تک جو ریسرچ رپورٹیں سامنے آئی ہیں ان کے مطابق ختنہ کینسر اور ایڈز کو روکنے کا ایک اہم سبب بنتا ہے۔ ''دی ٹائمز آف انڈیا'' میں ۲۷ر جون ۱۹۹۴ء کو ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق خواتین پر سری نگر اور دہلی میں ''رحم کے کینسر'' پر ایک تحقیق کی گئی۔ رپورٹ کے مطابق کوئی مسلمان خاتون رحم کے کینسر میں مبتلا نہ پائی گئی۔ ڈاکٹر ایس کھنا شمالی بھارت میں قائم دھرم شالا کینسر فاؤنڈیشن اور ریسرچ کی سیکرٹری ہیں۔ سنٹر کے ساتھ وہ ۳۰۰ بستروں کا کینسر ہسپتال بھی چلا رہی ہیں ڈاکٹر ایس کھنا نے اپنی ریسرچ رپورٹ کے بارے میں بتایا کہ بھارت میں ۱۹ لاکھ خواتین کینسر کی مریض ہیں جن میں ۴۰ فیصد سے زیادہ ''رحم کی گردن'' کے کینسر میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس کینسر کی تین بڑی وجوہات میں مردوں کا ختنہ نہ کرانا بھی شامل ہے۔

دوسری دو وجوہات میں جنسی اعضاء کی صفائی نہ کرنا اور بدکاری میں ملوث ہونا شامل ہیں۔ غیر مختون (Uncipcusized) مرد کے عضو میں بیکٹریا آسانی سے پرورش پاتا ہے اور مباشرت کے وقت عورت کی طرف منتقل ہو کر رحم کی گردن کے کینسر اور دوسری جنسی بیماریاں پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ مختون مرد میں ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ کینیڈا سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ جریدے ''کریسنٹ انٹرنیشنل'' نے اپنے شمارہ ستمبر (۱۶ تا ۳۰) میں مغرب کی تحقیق کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے ''مغرب میں ختنہ پر بھی تنقید کی جاتی ہے۔ اسے ایک تکلیف دہ اور غیر ضروری کام سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں اور یہودیوں میں ختنہ ایک مذہبی ضرورت ہے مگر جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ ختنے کا صحت کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔'' مینی ٹویا (Manitoba) کینیڈا میں ایڈز پر ریسرچ کرنے والے ماہرین نے تصدیق کی ہے کہ مرد کا ختنہ ایڈز کے پھیلاؤ کی راہ میں ایک بڑی دیوار ثابت ہوتا ہے۔ یہ بات ڈاکٹر فرینک پلیومر اور ڈاکٹر رونالڈ نے کہی ہے۔

ڈاکٹر فرینک ایڈز ریسرچ کرنے والے ایک عالمی ادارے کے Pioneer ہیں۔ ان کے ہم پیشہ ڈاکٹر ایلن رونالڈ یونیورسٹی آف مینی ٹوبا میں شعبہ مائیکرو بیالوجی کے سربراہ ہیں۔ دونوں محققین نے تسلیم کیا ہے کہ مغرب میں ختنہ

مخالف پالیسی کے باعث شاید ان کے خیالات کو قبول نہ کیا جائے مگر ختنہ کے بارے میں اُن کی رائے افریقہ میں کی گئی تحقیق پر مبنی ہے۔ یہ تحقیق کینیا میں یونیورسٹی آف نیروبی کے اشتراک سے کی گئی۔ ڈاکٹر پلیومر اور بیلجین ڈاکٹر پیٹر یاٹ کی قیادت میں ریسرچ ٹیم نے ۱۹۷۶ء میں زائرے میں Ebolanirus دریافت کیا تھا۔ اب یہ اقوام متحدہ کے ایڈز پروگرام کے سربراہ کے طور پر کام کر رہے ہیں انہوں نے ایڈز پھیلانے والے وائرس HIV کے بارے میں کئی اہم معلومات دریافت کی ہیں مثلاً یہ کہ فرد سے دوسرے فرد میں کیسے منتقل ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کے جنسی اعضاء سے اس کا کیا تعلق ہے اور اس کی نشو ونما کیسے ہوتی ہے؟ مردوں میں کی جانے والی ریسرچ کے نتیجے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ کلغہ (ختنہ میں کاٹا جانے والا حصہ) HIV کی نشو ونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ڈاکٹر پلیومر کا کہنا ہے کہ اب یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی ہے کہ مردوں میں HIV انفیکشن کے سلسلہ میں کلغہ ایک اہم فیکٹر ہے۔ ڈاکٹر رونالڈ کہتے ہیں کہ پہلے یہ نظریہ تھا کہ HIV پیشاب والی نالی (Urethra) کے ذریعے داخل ہوتا ہے مگر اب یہ نظریہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ تازہ تحقیق کے مطابق یہ مرد کے کلغہ کی جھلی (Mucous Membrane) کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر رونالڈ کا کہنا ہے کہ کلغہ کی نمی HIV کی نشو ونما کے لیے نہایت سازگار ہوتی ہے۔ اس طرح غیر مختون مردوں میں ایڈز کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے اور یہ ایڈز پھیلانے میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔ غیر مختون لڑکوں میں مثانے اور گردے کے انفیکشن کا خطرہ ۱۵ گنا زیادہ ہوتا ہے۔ کلغہ ہر قسم کے جراثیم اور وائرس کے لیے ایک بہترین (Incubator) اور جنسی بیماریاں پھیلانے کا ایک بڑا ذریعہ بھی ہے۔

(جنسی تعلقات۔ اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں ص ۵۲ تا ۵۵)

☆

گلہائے عقیدت

بحضور سرور دو عالم ﷺ

بس ایک مشکیزہ ، اک چٹائی

ذرا سی جو اور چارپائی

بس یہی ہے کائنات اس کی

گنی نہ جائیں صفات جس کی

☆

اسلام امنِ عالم کا علمبردار ہے

﴿مسز طاہرہ کوکب ممبر کراچی سٹی ڈسٹرکٹ کونسل کراچی﴾

آج دنیا کی تمام قومیں اخلاقی پستی کے بھنور میں روز بروز پستی کی طرف چلی جارہی ہیں۔ اخلاقی سطح پر نظر ڈالیں تو اچھے اور برے کی تمیز بالکل ختم ہو چکی ہے خود غرضی اور حرص و ہوس نے لوگوں کو بری طرح اندھا کر دیا ہے وہ اپنے تھوڑے سے فائدے کے لیے دوسرے کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرتے۔

خود غرضی کے اس معاشرے میں مذہب اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو ان سب برائیوں کی روک تھام کرتا ہے کیونکہ اس کی نگاہ برائیوں کی جڑ یعنی نفس کی اصلاح پر ہوتی ہے۔ اگر دنیا کا ہر انسان اپنے نفس کی اصلاح کرلے تو زندگیاں سنور جاتی ہیں اور خوشی کی فضا عام ہو کر انسانیت کو پھلنے پھولنے کا موقع دیتی ہے۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو حقیقت میں دنیا کے تمام انسانوں کو امن کی دعوت دیتا ہے اور یہ شروع سے آخر تک امن و سلامتی ہے۔ لغت کے اعتبار سے اسلام کے معنی صلح کرنے والا اور فرماں بردار ہونا ہے۔ صلح و سلامتی اور امن ہی کا نام اسلام ہے۔

روزمرہ زندگی میں جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو **السلام علیکم** کہتے ہیں یعنی تم پر سلامتی ہو اور دوسرا اس کے جواب میں کہتا ہے **وعلیکم السلام** یعنی تم پر بھی سلامتی ہو۔ یہ اسلام کا طریقہ ہے تمام دنیا کے لوگ اسلام کی امن پسندی کو مانتے رہے ہیں اسلام وہ مذہب ہے جو کسی پر سختی کے ساتھ نہیں منوایا گیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

''دین کے بارے میں کسی پر کوئی زبردستی نہیں''۔ (البقرہ آیت نمبر ۲۵۶)

سرورِ کائنات ﷺ نے جب اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اس وقت ہمارے نبی ﷺ کے پاس کوئی حکومت اور نہ کوئی جنگی طاقت اور نہ کوئی مال و جائیداد تھی یہ سب کچھ مال و دولت ان لوگوں کے پاس تھا جو لوگ اسلام کے مخالفوں میں سے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کرتے ان پر اپنی دولت کے غرور میں ظلم و تشدد کرتے رہے یہ ظلم ڈھانے کا سلسلہ تیرہ برس جاری رہا یہاں تک کہ اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔

ہمارے پیغمبر خدا ﷺ اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے اسلام سے قبل پوری دنیا میں جہالت کا راج تھا۔ اخلاقی، مذہبی، معاشرتی حالات نہایت خراب تھے

انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ بہت سے عجمی بادشاہوں نے دنیا کو اپنی غلامی میں لے رکھا تھا۔

بے کس مجبور انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ خود عرب کی حالت اتنی خراب تھی کہ ہر جگہ جنگ وفساد کا بازار گرم دکھائی دیتا تھا۔ فقط اسلام ہی وہ مذہب تھا جس نے آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کو زندگی کے صحیح انداز سکھائے اور انسان کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ قرآن مجید میں واضح انداز میں ارشاد ہوتا ہے :

''جس نے کسی شخص کو کسی جان یا فساد کے بدلے کے بغیر جو اس کی وجہ سے زمین میں پھیلا ہو قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی شخص کو بچا لیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا۔'' (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۲)

دوسری جگہ فرمایا :

''(زمین میں) فتنہ (وفساد پھیلانا) قتل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔'' (القرآن)

اور فرمایا :

''اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔'' (القرآن)

اسلام کا انقلابی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے غلاموں کو بھی انسانی برادری میں برابر کا شریک ٹھہرایا اور فرمایا کہ تم سب ایک جماعت کے افراد ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو آقا کو غلام پر فضیلت نہیں اور نہ حاکم کو محکوم پر کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں اس طرح ارشاد ہے :

''بیشک تم میں زیادہ تقوی (پرہیزگاری) کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ (القرآن)

آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے عرب سرداروں اور آزاد کیے ہوئے غلاموں کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کر دیا اور یہ رشتہ خونی رشتوں سے زیادہ مضبوط تھا وہ ہر وقت ہر لمحہ ایک دوسرے پر جان نثار کرنے کو تیار رہتے یہاں تک کہ ایک دوسرے کے والی وارث بن گئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج مغرب میں مساوات، آزادی اور جمہوریت کا بڑا چرچا ہے جبکہ انہوں نے گورے اور کالے کے فرق اور علاقائی تعصب کو بہت زیادہ ہوا دی ہوئی ہے کہ خود موجودہ تہذیب کو چاہنے والے اس سے شرمندہ ہیں لیکن اسلام نے جو نظام پیش کیا ہے اس میں نسلی برتری کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام ملتِ اسلامیہ ایک پوری دنیا کے لیے وحدت ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی مثال جسم کے اعضا کے ساتھ دی ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم درد سے متاثر ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی

زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان امن وسلامتی میں رہیں اس کی مثال ہم مشرکین مکہ کی انتہائی زیادتیوں سے بھی لے سکتے ہیں کہ کفارِ مکہ کی شدید زیادتیوں اور ظلم وتشدد کے باوجود فتح مکہ کے وقت ان کی عام معافی اور امان دینے کا جس قدر بلند حوصلہ اعلان فرمایا دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات ومنیٰ میں حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی فرمایا :

"اے لوگو! قیامت تک تمہارے خون تمہاری عزت اور تمہارے مال کا آپس میں احترام کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کے دن اور اس شہر اور اس مہینے کا احترام واجب ہے"۔

جب ہم اسلامی تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں تو واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام ایسا دین ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اس نے اتحاد واتفاق کا وہی تصور پیش کیا ہے جو قانونِ فطرت کے عین مطابق ہے مذہب اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانی زندگی کو ایک منظم اور بارربط نظام عطا کیا ہے وہ انسان ہی کے حقوق نہیں بلکہ ہر مخلوق کی نگرانی کرتا ہے ایک بھائی کو دوسرے بھائی کی حق تلفی نہیں کرنے دیتا یہ ایک ایسا معتدل مذہب ہے جس پر عمل کر کے انسانی معاشرے میں امن وسکون اور زندگی میں توازن قائم رکھا جاسکتا ہے۔

اسلام محض ایک عقیدہ ہی نہیں ہے اور نہ صرف اجتماعی اور انفرادی زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے تک محدود ہے بلکہ یہ ایک سچا اور دائمی مذہب ہے۔ یہ مذہب انسانی زندگی کو ایک مکمل اور انصاف والا نظام پیش کرتا ہے اس کے بغیر نہ اخلاقی پابندیاں قائم رہ سکتی ہیں اور نہ دل ودماغ کو شائستگی حاصل ہوسکتی ہے۔

اسلام اس بات کی سخت مخالفت کرتا ہے کہ زبردستی دوسروں پر حکومت کی جائے یا مذہب مسلط کیا جائے وہ صرف ظلم وزیادتی کے خلاف جہاد کرنے اور ہتھیار استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ پہلی اور دوسری جنگ یعنی غزوہ بدر اور احد خود نہیں لڑی تھی بلکہ ان کو جنگ کرنے پر مجبور کیا گیا تھا تمام مسلمان اپنی عزت، مال اور جان کی حفاظت کے لیے لڑے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ سے جب کبھی جنگ کی تو وہ ظلم وزیادتی کو ختم کرنے اور امن وامان قائم کرنے کے لیے ہوئی تھی۔ مسلمانوں پر بھی یہ فرض ہے کہ جب دنیا میں امن قائم کرنا ہو تو وہ اس کے لیے انہی کوششوں کو جاری رکھے۔

آج دنیا پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ نفسا نفسی کا عالم ہے پوری دنیا میں مسلمانوں کو ظلم وزیادتی کا نشانہ بنایا جارہا ہے ہر اسلامی ملک کو اپنی ملکی سلامتی کو خطرہ لاحق ہورہا ہے آج دنیا کے ہر خطے میں امن وامان میسر نہیں جس کی وجہ سے دنیا کی دوسری راحتیں بھی میسر نہیں ہیں۔

آج پوری دنیا امن وامان کی ضرورت شدت سے محسوس کرتی ہے۔ وہ امن وامان کی پیاسی ہے اوراس کی تلاش میں لگی ہوئی ہے اگر ہم اپنے احتساب کے ساتھ امن کی کوششوں کو اخلاص اور صحیح جذبہ کے ساتھ جاری رکھیں تو تمام دنیا کے مسلمان اس کے لیے دوسری قوموں کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے آگے ہوں گے۔ دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں اسلام سے زیادہ اچھا نظام کوئی قوم یا کوئی مذہب نہ آج تک پیش کرسکا ہے اور نہ آئندہ پیش کر سکے گا۔

حدیث شریف کے ارشاد کا مفہوم ہے :

''تم اہلِ زمین پر رحم کرو اللہ تعالیٰ جو آسمانوں کا مالک ہے تم پر رحم کرے گا۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ جس کا مفہوم ہے کہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم وکرم فرماتا ہے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

بقیہ : درس حدیث

ہجرت میں پہل اعزاز ہے :

تو فرمایا ان علیا سبقک بالھجرۃ علی ؓ نے آپ سے سبقت کی ہے ہجرت میں [5] انہوں نے ہجرت کی ہے آپ نے ہجرت نہیں کی ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ یہ سفر کر کے آہی رہے تھے جو جناب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر لشکر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں یہ مل گئے انہیں آپ پھر واپس لے آئے ساتھ ساتھ تو آقائے نامدار ﷺ نے مساوات کا درس دیا ہے چھوٹے بڑے سب کے ساتھ شفقت اور یکساں سلوک جو اُنکے مناسب ہو جس سے اُن کا تعلق اور محبت بڑھے۔ احساس کمتری، چھوٹے پن غریب ہونے کا احساس جو ہے وہ جاتا رہے یہ تمام سنتیں رسول اللہ ﷺ کی آج تک محفوظ ہیں اوران سب پر مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (اختتامی دعا)۔۔۔۔۔۔۔۔۔

[5] مشکٰوۃ ص ۵۷۲

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

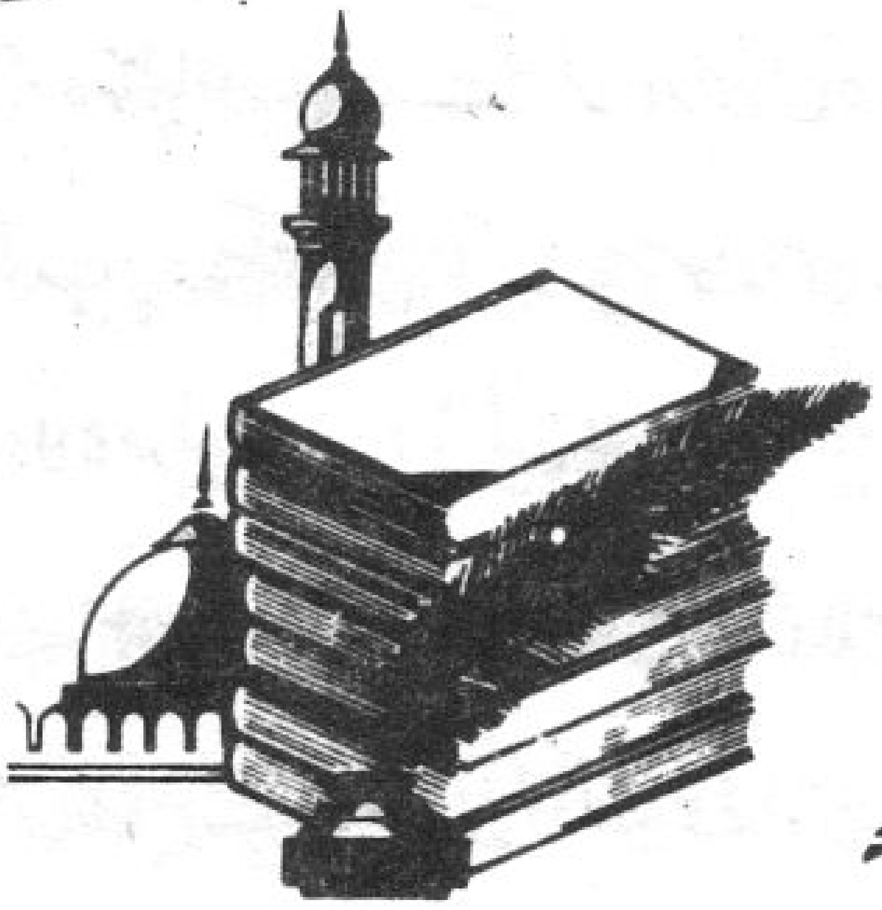

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : آئینِ وراثت

تصنیف : حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ

صفحات : ۲۵۴

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ زاہدیہ مکی مسجد محلہ مکی مسجد اٹک شہر

قیمت : ۷۰/

پیشِ نظر کتاب ''آئینِ وراثت'' میں حضرت قاضی زاہد الحسینی رحمہ اللہ نے کتاب وسنت سے وراثت کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اٹھارہ قاعدوں کے تحت وراثت کے مسائل کو آسان انداز میں بیان کیا ہے۔ مسائلِ وراثت کو آسان انداز میں سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

☆

نام کتاب : تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے

تصنیف : مولانا عبدالقدوس قارن

صفحات : ۲۹۶

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : عمر اکیڈمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت : ۷۵/

ترجمانِ اہلِ سنت وکیلِ احناف حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم کی تصانیف سے جہاں

اہلِ حق کو فائدہ پہنچا اور بہت سے گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت ملی، وہیں اُن سے اہلِ باطن کو تکلیف ہوئی اور انہوں نے اُن کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا تاکہ اپنے حواریین کے سامنے ان کی اہمیت کو ختم کرسکیں، چنانچہ غیر مقلدین کے ایک مقتدر عالم نے ''مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا جواب حضرت کے صاحبزادہ مولانا قارن صاحب نے ''مجذوبانہ واویلا'' کے نام سے دیا، غیر مقلد عالم صاحب کی اس پر تسلی نہ ہوئی اور انہوں نے اُن کا جواب لکھا جس کا نام ہے'' آئینہ اُن کو دکھایا تو بُرا مان گئے'' زیر تبصرہ کتاب ''تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے'' غیر مقلد عالم کی اسی کتاب کا جواب ہے جو مولانا عبدالقدوس قارن صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

مولانا قارن صاحب نے اپنی اس کتاب کے ذریعہ غیر مقلد عالم کی حضرت شیخ کی کتابوں پر ڈالی ہوئی گرد کو صاف کردیا ہے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ اب بھی اُن صاحب کی تسلی ہوتی ہے یا نہیں تاہم اس بہانے سے بہت سے علمی گوشے منظر عام پر آگئے ہیں اور بہت سے علمی اشکالات دور ہوگئے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر دے اور اہلِ حق کی جانب سے مزید دفاع کی توفیق عطا فرمائے۔

☆

نام کتاب : تذکرہ وسوانح الحاج مولانا محمد احمد صاحبؒ

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : ۱۷۲

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ برانچ خالق آباد نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

زیرِ تبصرہ کتاب، مفسرِ قرآن حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ خلیفہ ومجاز حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سوانح حیات ہے۔ اس کتاب میں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے بارہ ابواب کے تحت حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے حالاتِ زندگی خوبصورت انداز میں تحریر فرمائے ہیں۔ طالبین وسالکین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

☆

نام کتاب : فضائلِ دُعاء (جلد اول)

تصنیف : الحاج ابراہیم یوسف باوا رنگونی

صفحات : ۴۲۸

سائز : ۲۰×۲۶/۸

ناشر : ادارہ اشاعتِ الاسلام برطانیہ: حافظ عبدالرحیم میاں ۱۱۱۔ایف ۳۔۲۔ناظم آباد نمبر ۳ کراچی نمبر ۱۸

قیمت : درج نہیں

اللہ تعالیٰ سے مرادیں مانگنے اور مشکلیں حل کروانے کا بہترین ذریعہ دُعاء ہے۔دُعاء سے جہاں حاجات پوری اور مشکلات حل ہوتی ہیں وہیں اللہ کی طرف سے دعا مانگنے پر اجر وثواب بھی ملتا ہے۔کتاب وسنت میں بہت سی دُعائیں ذکر کی گئی ہیں جن کا پڑھنا نہایت ہی مفید اور بابرکت ہے،عام آدمی کے لیے کتاب وسنت سے براہِ راست ان دُعاؤں کا اخذ کرنا چونکہ مشکل ہے اس لیے ہر دور میں علماءِ اُمت دُعاؤں پر مشتمل کتابیں لکھتے رہے ہیں،زیرِ تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک مبارک کڑی ہے۔

مؤلف زید مجدھم نے اس کتاب میں درج ذیل سات ابواب قائم فرمائے ہیں باب اول دُعاء اور اس کے احکام و آداب،باب دوم قرآن مجید کی دُعائیں،باب سوم اسماء اللہ الحسنٰی،باب چہارم اسم اعظم،باب پنجم اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کلمات،باب ششم درود وسلام،باب ہفتم توبہ واستغفار۔ان ساتوں ابواب میں سے ہر باب کو مصنف نے علیحدہ رنگ کے کاغذ میں درج کیا ہے اس طرح کتاب سات مختلف رنگ کے کاغذوں سے مزین ہوگئی ہے۔کتاب حسنِ معنوی کے ساتھ ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے۔ادعیہ واوراد سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کتاب یقیناً خاصہ کی چیز ہے۔

☆

نام کتاب : اصلاحی مواعظ،جلد پنجم

افادات : شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

صفحات : ۳۴۴

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ لدھیانوی،۱۸۔سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

قیمت : درج نہیں

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں،اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاں تصنیف وتالیف کا ملکہ عطا فرمایا تھا وہیں آپ کی زبان وبیان میں تاثیر بھی رکھی تھی۔آپ کے مواعظ جہاں رشد و ہدایت کا باعث ہوتے تھے وہیں ان میں بیش قیمت معلومات بھی ہوتی تھیں۔

آپ کے خدام کا اللہ بھلا کرے کہ انہوں نے آپ کے مواعظ کو جمع کر کے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، پیشِ نظر کتاب آپ کے مواعظ کی پانچویں جلد ہے اس جلد میں حضرت کے مختلف انواع واقسام کے سترہ مواعظ کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ کتاب وطباعت عمدہ ہے عوام ان مواعظ سے ضرور استفادہ کریں۔

☆

نام کتاب : گمراہ کن عقائد ونظریات اور صراطِ مستقیم

تصنیف : شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ

صفحات : ۴۸۰

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ لدھیانوی، ۱۸۔سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

قیمت : درج نہیں

پیشِ نظر کتاب میں شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ کے تقریباً اٹھارہ مضامین ومقالات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ مقالات آپ نے مختلف مواقع پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سلسلہ میں تحریر فرمائے تھے۔ اہلِ حق کے لیے حضرت کے یہ مقالات انتہائی قیمتی سرمایہ ہیں اس دورِ پرفتن میں راہِ حق کو جاننے کے لیے ان سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

☆

نام کتاب : ارشاداتِ گنگوہی ؒ

افادات : قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۲۳۲

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

زیرِ تبصرہ کتاب ''ارشادات گنگوہی'' قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر ارشادات وملفوظات کا مجموعہ ہے جو مفتی عبدالرحیم صاحب رحیمی نے ترتیب دیا ہے اس مجموعہ میں مفتی صاحب نے

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف، تاریخ وتذکرہ سے متعلق انتہائی قیمتی ملفوظات کو سلیقہ کے ساتھ جمع کیا ہے۔ شروع میں حضرت گنگوہیؒ کے مختصر حالات درج کیے ہیں، اصلاحِ ظاہر وباطن کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

☆

کتاب : درسِ قرآن (اول، دوم)

مرتبین : مجلس تحقیق اسلامی ملتان

صفحات : جلد اول ۱۶۰، جلد دوم ۱۲۲

سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب دامت برکاتہم نے اپنے ادارہ میں ایک مجلس ''مجلسِ تحقیقِ اسلامی'' کے نام سے قائم کر رکھی ہے اس مجلس سے وقتاً فوقتاً قیمتی کتابیں ترتیب پاکر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب ''درسِ قرآن'' بھی اسی مجلس کی طرف سے ترتیب پاکر ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے اس وقت ہمارے سامنے درسِ قرآن کی دو جلدیں ہیں اول اور دوم۔ پہلی جلد میں ۶۳ اور دوسری جلد میں ۲۲۴ درس ہیں۔ ان دروس کا اسلوب یہ ہے کہ اُوپر جلی قلم سے قرآن پاک کی آیات اور بین السطور اُن کا ترجمہ دیا گیا ہے اور نیچے متعلقہ آیات کی نہایت آسان تفسیر دی گئی ہے۔ پہلی جلد میں ہر درس دو صفحوں پر مشتمل ہے اور دوسری جلد میں ہر درس ایک صفحہ پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں مزید یہ کام بھی کیا گیا ہے کہ ترجمہ کے بعد نہایت اختصار کے ساتھ الفاظِ قرآنی کے معنی اور ان کی نحوی وصرفی تحقیق بھی دی گئی ہے۔

ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے ماخوذ ہے اور تفسیر مستند تفاسیر مثلاً تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن وغیرہ سے لی گئی ہے۔ انداز بیان دلکش ودلنشیں اور انتہائی آسان ہے جسے معمولی استعداد والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے، بلاشبہ یہ ایک عمدہ کاوش ہے جو قرآن فہمی میں مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر ان دروس کو عام مساجد میں اور گھروں میں پڑھ کر سنایا جائے تو یقیناً ان سے فائدہ ہوگا۔ قرآن فہمی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان دروس کی طرف ضرور توجہ کریں۔ (ن۔ا)

☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیر تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہل خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000.00

مسجد حامدؒ اور جامعہ مدنیہ جدید کا تصویری معائنہ

رائے ونڈ روڈ سے زیر تعمیر مسجد حامدؒ کا عمومی منظر

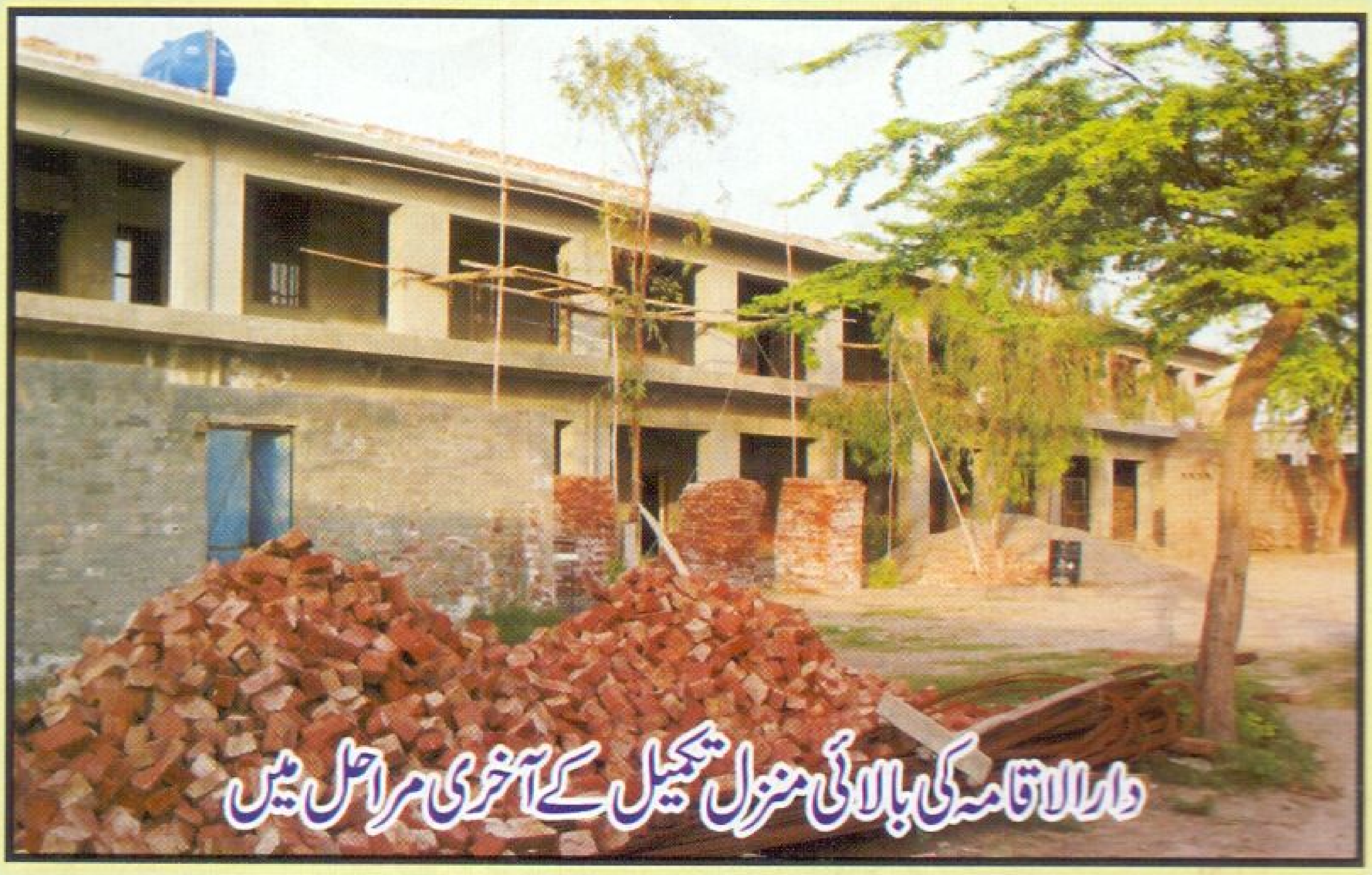

دار الاقامہ کی بالائی منزل تکمیل کے آخری مراحل میں

جامعہ مدنیہ جدید کا مطبخ اور عملہ کی رہائش گاہیں